Digitized by Khilafat Library Rabwah

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ
عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

# ریویو آف ریلیجنز
## اُردو رسالہ

ایڈیٹر۔ قاضی محمد ظہور الدین ۔ اکمل

نمبر ۷ ۔ جولائی سنہ ۱۹۲۷ء ۔ محرم الحرام سنہ ۱۳۴۶ ہجری ۔ جلد ۲۶

چندہ سالانہ ہندوستان میں تین روپے ۔ ہندوستان سے باہر ممالک غیر سے ۔۔۔ روپے

مستحق طلباء اور غیر احمدی لوگ اٹھا سکتے ہیں

## فہرست مضامین


| مضمون | صفحہ | مضمون نگار |
| --- | --- | --- |
| حیات بعد الموت | ۲۴۱ / ۲۴۴ | |
| سل | ۲۴۴ / ۲۴۸ | مولانا جلال الدین شمس (فاضل) مبشر دمشق |
| مباحثہ دمشق | ۲۴۸ / ۲۵۷ | |
| بعض سوالات کے جواب | ۲۵۷ / ۲۶۰ | سن رائز |
| اسلامی نقطۂ نگاہ سے مذہبی تنازعات کا جواب | ۲۶۱ / ۲۷۰ | مولانا حافظ جمال احمد صاحب مبلغ |
| مسلمانوں کو قیمتی مشورہ | ۲۷۰ / ۲۷۱ | حضرت امام جماعت احمدیہ (اکمل) |
| تتمہ از حدیث بخارا | ۲۷۲ | |
| حضرت اورنگزیب کی بکمال رواداری | ۲۷۳ / ۲۷۸ | ملک فضل حسین صاحب احمدی مہاجر |
| تربیت اولاد | ۲۷۹ / ۲۸۱ | شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی |


مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبد الرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپ کر قادیان سے شائع کیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہماری دوا سل حقیقی کیواسطے ہی ہے جسکی مختصر تعریف یہ ہے کہ پھیپھڑوں میں خواہ کسی وجہ سے زخم ہوکر ان میں پیپ آنے لگے

# مرض سل کا علاج

ناظرین کو تعجب ہوگا۔ کہ جس مہلک مرض کو عمر بھر لا دوا سمجھا۔ اور یونانی و ڈاکٹری تمام اطباء سے مایوس العلاج سنا۔ اُسکے علاج کے کیا معنی؟ مگر حق تعالیٰ کا فضل کسی زمانہ اور کسی شخص کے لئے مخصوص نہیں۔ الحمد للہ کہ لاکھوں بیش قیمت جانوں کے تلف کرنیوالے مرض سل کا تیر بہدف تریاق ہمارے ہاتھ لگ گیا۔ اور تجربہ میں بھی آگیا۔ اگرچہ اعلان کرتے ہوئے طبیعت ہماری بھی جھجکی اور خیال ہوا کہ سالہا سال کی دلوں میں بیٹھی ہوئی ناامیدی کے مقابلہ پر ہماری اس قول کی کیا وقعت ہوگی کہ ہماری ایجاد کردہ "ایک تولہ شفاء السل ہماری ہدایات کیموافق استعمال کرنے سے مسلول کو باذن اللہ صحت حاصل ہوجائیگی" مگر خدا کی دی ہوئی بے بہا نعمت کو چھپا کر رکھنا شرافت اور مروت انسانی کے خلاف تھا۔ اسلئے بنظر مزید احتیاط ہم نے خاص اطباء پر بغرض تجربہ و امتحان یہ دوا مفت تقسیم کی اور منصفانہ رائے طلب کی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ خاطر خواہ کامیابی اور نتیجہ خیز آراء ہماری حوصلہ افزائی کی گئی چنانچہ اسوقت ہم صرف شاہی طبیب جناب حکیم نور الدین صاحب امیر احمدی جماعت کی قلمی دستاویز (جو طبی حیثیت سے ہندوستان میں عموماً اور پنجاب میں خصوصاً ایک بیش قیمت اور نہایت وزنی رائے ہے) ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ مرض سل کے لادوا ہونے کا اعتقاد انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد لوگوں کے دلوں سے جاتا رہیگا۔ اور ہماری سریع التاثیر دوا جس کو ہم اکسیر کا خطاب دیں تو بجا نہیں آہستہ آہستہ تمام ملک کے اطباء کو اپنا مداح و گرویدہ بنالیگی۔ قیمت فی تولہ چار روپے (للعہ) علاوہ سل کے تمام اندرونی زخموں میں باذن اللہ فوری اثر دکھلاتا ہے۔

**رئیس الاطباء جناب حکیم نور الدین صاحب رئیس بھیرہ ضلع شاہپور کا ارشاد**

السلام علیکم۔ آپکی دوائی جو سل کیلئے آپنے مجھے دو بار تجربہ کیلئے بھیجی اسکو میں نے بہت ہی احتیاط کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ بے ریب یہ دوائی ایسے مسلولوں کو جنکو نزلہ کی شکایت نہو بہت ہی مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ اسمیں اور بھی برکت بخشے اور لوگ اس موذی مرض سے آپکی مفید دوائی سے نفع اٹھائیں۔

نور الدین۔ ۲۳ دسمبر سنہ ۱۹۰۷ء قادیان

نوٹ: غرباء اور بے مقدور مریضوں کو بشرطیکہ تنگدستی کا ثبوت دیدیں یہ دوا بلا قیمت دیجائیگی۔ مگر خرچ ڈاک وغیرہ ہر حال میں منگانیوالے کے ذمہ ہوگا۔ پتہ صاف حروف میں تحریر کرنا چاہیئے۔

المشتہر

**حافظ محمد یعقوب۔ گنگوہ۔ ضلع سہارنپور**

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

# عالم آخرت

## حیات بعد الموت

ایک انگریزی اخبار نے انگلستان کے مشاہیر علماء سے یہ سوال کیا۔ کہ کیا تم عالم آخرت کے قائل ہو اگر قائل ہو تو آخرت کیا چیز ہے۔ اس سوال کے جسقدر جوابات شائع ہوئے۔ ان کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ آخرت پر ایمان دن بدن ضعف پکڑتا جاتا ہے۔ اور نئے تعلیم یافتہ ادیبوں اور علماء اور ادباء اور بڑی بڑی ڈگریاں رکھنے والوں کا اکثر حصہ اس بات پر متفق ہے کہ حیات اخروی کوئی چیز نہیں۔ اور وہ وجود آخرت پر کوئی برہان قاطع یا علی الاقل ایسی منطقیانہ گفتگو چاہتے ہیں۔ جس سے عقل ماننے کے لئے تیار ہو جائے۔

ان جوابوں کے شائع ہونے پر بہت سے لوگ حیرت میں پڑ گئے۔ خصوصاً انگلستان کے رہنے والے جو بہ نسبت دوسروں کے متدین ہیں۔ اس لئے انہوں نے علامہ "سر اولیور لاج" کو جو روح پر بحث کرنیوالے علماء میں سے ایک مشہور عالم ہیں لیکچر دینے کی تکلیف دی۔ اس نے اپنے لیکچر میں صراحتاً آخرت اور حیات بعد الموت کا اقرار کیا۔ خلاصہ لیکچر ذیل میں درج ہے:-

"حیات محض مادہ سے نہیں ہے۔ بلکہ وہ مادہ اور قوت کے امتزاج سے ہے۔ اور قوت مادہ کی اصل ہے یعنی اس سے پہلے ہے جیسا کہ عقل دماغ سے پہلے ہے۔ اسی طرح جس کام کیلئے کسی عضو انسانی کو پیدا کیا گیا ہے۔ اس کی غائیت اسکے وجود سے پہلے موجود ہے۔

حیات کے خاص اوصاف اور احوال ہیں۔ جو مادہ میں نہیں پائے جاتے۔ لیکن ان کا اظہار بدون آلہ مادیہ سے متحد ہونیکے نہیں ہو سکتا۔ اور جسم بھی ایک آلہ مادیہ کی طرح ہے۔ جس سے ہمیں نفس کے مختلف حالات کا شعور ہوتا ہے۔ جیسے خوف۔ تفکر۔ محبت۔ امید۔ اور تصور وغیرہ جو جسم کے سوا ایک باطنی چیز سے صادر ہوتے ہیں۔ اور اس باطنی چیز کو ہم روح یا نفس کے نام سے پکارتے ہیں۔ اور یہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں ہیں۔ تو میں کثیر حصہ مسیحیوں کے ساتھ یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ ان میں غیر صحیح موجود ہے۔ اور اس جواب سے تیسرے سوال کا (کہ کیا انجیل میں مبالغہ آمیز اقوال پائے جاتے ہیں یا نہیں) اور چھٹے سوال کا (کہ کیا مؤلفین اناجیل نے بعض واقعات کے بیان کرنے میں غلطی کھائی ہے یا نہیں)۔ جواب ہو گیا۔

جواب الجواب۔ آپ نے اس امر کا اقرار کر لیا۔ کہ اناجیل اربعہ میں بعض امور خلاف واقعہ تو پائے جاتے ہیں مگر مؤلفین نے جان بوجھ کر نہیں لکھے۔ بلکہ جیسا سنا ویسا لکھ دیا۔ اور یہ کہ ان میں مبالغہ آمیز اقوال بھی پائے جاتے ہیں۔ مگر مؤلفین نے ارادۃً نہیں لکھے۔ اور مؤلفین نے بعض واقعات کے بیان کرنے میں غلطی تو کھائی ہے مگر نہ جان بوجھ کر۔

دوسرے سوال کا جواب۔ خود اناجیل ہی اس امر پر شاہد ہیں۔ کہ متی و یوحنا مسیح کے رسولوں سے ہیں۔ اور قدماء میں اس بارہ میں کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ اور مرقس کا ذکر شہادات قدیمہ میں آیا ہے کہ وہ بطرس رسول کا رفیق تھا اور لوقا پولوس کا۔ اور شہادات قدیمہ سے یہ امر ثابت ہے۔ کہ مرقس نے دوسری انجیل لکھی اور لوقا نے تیسری۔ لیکن انجیل اوّل کے متعلق یہ بحث ہوئی ہے۔ کہ وہ متی نے تالیف کی ہے یا کسی اور نے۔ اور مذکورہ بالا استاد نے آخری رائے یہ قائم کی ہے۔

"تمام مذکورہ بالا بیانات میں غور کرنے کے بعد ہمیں لازمی طور پر یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ سب سے زیادہ راجح امر یہی ہے۔ کہ انجیل اوّل کا مؤلف متی ہے۔"

لیکن سب سے اہم بحث چوتھی انجیل کے مؤلف کے بارے میں ہے کہ وہ یوحنا رسول نے تالیف کی ہے یا کسی اور نے۔ گذشتہ صدی میں بہت سے علماء نے اس انجیل کا یوحنا رسول کو مؤلف قرار دینے سے انکار کیا ہے۔ لیکن ابحاث جدیدہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بعض علماء پرانے خیال کی طرف مائل ہیں۔ کہ اس کا مؤلف یوحنا رسول ہی ہے۔

جواب الجواب۔ مہربانی فرما کر اناجیل سے وہ آیت تحریر کریں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ متی و یوحنا جو مسیح کے رسول تھے انہوں نے ہی انجیل متی و یوحنا لکھی ہے۔ اور مرقس پطرس رسول کا رفیق ہونے سے اور لوقا پولس رسول کا رفیق ہونے سے مسیح کے شاگرد تو نہیں بنجاتے۔ کیونکہ اناجیل میں کوئی ایسی آیت نہیں پائی جاتی جس سے یہ ثابت ہو۔ کہ حواری ان کے مؤلف ہیں۔ اور آپ نے خود ہی انجیل متی و یوحنا کے مؤلفوں میں اختلاف کو مان لیا ہے۔ اور لوقا کا قول باب اوّل آیت ۱ تا ۴۔ اسکی انجیل سے پہلے بہت سی اناجیل کے موجود ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور یہ کہ وہ ان باتوں کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اپنی تحقیق اور سماع کی بناء پر لکھتا ہے۔

اور اسی طرح یوحنا کا آخری باب میں یہ کہنا کہ یہ وہ شاگرد ہے جو اس بات کی شہادت دیتا ہے۔ اور اس نے یہ لکھا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ اس کی گواہی حق ہے۔ اور اسی طرح دوسرے باب میں اس کا یہ قول کہ جب وہ مردوں سے کھڑا ہوا تو اسکے شاگردوں کو یاد آیا کہ اس نے یہ کہا تھا اس امر پر دلالت کرتے ہیں۔ کہ یوحنا انجیل کا لکھنے والا مسیح کا شاگرد نہ تھا۔

اور کوئی عاقل کیونکر قبول کر سکتا ہے کہ اناجیل کے مؤلف مسیح کے شاگرد تھے۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہ معمولی واقعات کے بیان کرنے میں نہایت اختلاف کرتے ہیں۔ یہانتک کہ مسیح کے شجرہ نسب میں بھی۔ مثلاً متی باب اول میں جب مسیح کی نسب کو بیان کرتا ہے تو کہتا ہے کہ یوسف نجار کے باپ کا نام یعقوب تھا پھر اسکی نسب کو حضرت سلیمان علیہ السّلام سے ملاتا ہے۔ اور جب لوقا تیسرے باب میں اسکی نسب کو بیان کرتا ہے۔ تو کہتا ہے یوسف نجار کے باپ کا نام ہیلی تھا اور پھر اس کی نسب کو سلیمان علیہ السّلام کے بھائی ناتان بن داؤد کے ساتھ ملاتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام سے یوسف نجار تک جتنے آباء و اجداد کا ذکر آیا ہے۔ سب مختلف ہو گئے ہیں۔ پس کیا ایک منٹ کے لئے بھی یہ خیال کیا جا سکتا ہے۔ کہ ان اناجیل کے لکھنے والے مسیحؑ کے حواری تھے جو اس کی نسب کو بھی صحیح طور پر نہیں جانتے۔

پھر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ حواری ہمیشہ یہود میں تبلیغ کیا کرتے تھے۔ بلکہ انکا شغل ہی یہی تھا۔ اسلئے انہوں نے عہد قدیم کا نہایت اچھی طرح مطالعہ کیا ہوگا مگر ان اناجیل کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انکے مؤلف عہد قدیم کی کتابوں سے بھی پوری طرح واقف نہ تھے۔ مثلاً مرقس دوسرے باب میں لکھتا ہے:۔

تو مسیحؑ نے انہیں جواب دیا۔ کہ کیا تم نے یہ نہیں پڑھا۔ کہ جب داؤد کو ضرورت پڑی اور اسے اور اس کے ساتھیوں کو بھوک لگی تو وہ کیونکر کاہنوں کے سردار ابیاتار کے زمانہ میں بیت اللہ میں داخل ہوا۔ اور چڑھاوے کی روٹی جسکا کھانا سوائے کاہنوں کے اور کسی کو جائز نہ تھا خود بھی کھائی اور اپنے ساتھیوں کو بھی دی۔

مگر جب ہم اس واقعہ کی تلاش عہد قدیم میں کرتے ہیں تو صموئیل اوّل کے باب اکیس میں یوں لکھا ہوا پاتے ہیں:۔

"اور داؤد نوب میں اخیملک کاہن کے پاس آیا۔ اخیملک داؤد کی ملاقات سے مضطرب ہوا اور اس سے دریافت کیا۔ کہ تو اکیلا کیوں ہے۔ ...... پس کاہن نے مقدس روٹی اسکو دی کہ وہاں نذر کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روٹی کے سوا جو خداوند سے آگے سے اٹھائی گئی تھی اور روٹی نہ تھی۔ اور صموئیل اوّل باب بائیس سے ظاہر ہے۔ کہ ابیاتار اخیملک بن اصیطوب کا بیٹا تھا۔

پس مرقس کہتا ہے۔ کہ داؤد نے ابیاتار کے زمانہ میں چڑھاوے کی روٹی کھائی مگر عہد قدیم سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے باپ اخیملک کے عہد میں اس نے روٹی کھائی۔

**چوتھے سوال کا جواب۔** جیسا کہ ابھی میں کہہ چکا ہوں۔ کہ ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مؤلفین نے اپنی طرف سے ان اخبار پر جو انہیں معلوم ہوئیں زائد نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو لوقا باب اوّل آیت ا تا ہ۔ لیکن متاخرین کی طرف سے جائز ہے کہ ہم کہیں کہ انہوں نے بعض جملات زائد کر دیئے ہیں۔ مثلاً انجیل مرقس آخری باب کی آیت ۱۹-۲۰ اور انجیل یوحنا کے آٹھویں باب کی آیت ۱-۱۱ کیونکہ یہ دو ٹکڑے قدیم نسخوں میں نہیں پائے جاتے۔

**جواب الجواب۔** آپ اقرار کرتے ہیں۔ کہ متاخرین نے اپنی طرف سے بعض جملے زائد کر دیئے ہیں۔ نہ صرف دو جیسا کہ آپکا خیال ہے بلکہ اور بھی ایسے جملے ہیں جو قدیم نسخوں میں نہیں پائے جاتے اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ گرجوں اور مجالس دینیہ نے ان زائد جملوں کو کیوں اناجیل میں باقی رہنے دیا۔ جبکہ یہ ثابت شدہ امر تھا۔ کہ یہ متاخرین نے اپنی طرف سے زائد کیئے ہیں۔ کیا پرانے نسخے اب موجود ہیں یا نہیں۔ اور انکی تاریخ تالیف کیا ہے۔

**پانچویں سوال کا جواب۔** بعض یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ انجیل متی پہلے پہل عبرانی میں لکھی گئی پھر یونانی میں ترجمہ کی گئی جیسا کہ اب موجود ہے۔ لیکن اُستاد مذکور کا خلاصہ بحث یہ ہے۔ کہ انجیل متی جیسا کہ آج ہمارے سامنے ہے۔ اس فکر کو صحیح قرار نہیں دیتی۔ کہ وہ اصل عبرانی سے ترجمہ کی گئی ہے۔ کیونکہ اسکی تاثیر اصل زبان یونانی کی تاثیر ہے۔ اور باقی تین انجیلیں بہر حالی یونانی زبان میں تالیف کی گئیں جیسا کہ اسوقت موجود ہیں۔

**جواب الجواب۔** اس میں شک نہیں کہ مسیحؑ اور حواریوں کی زبان عبرانی تھی۔ پس کیوں مسیح کے الفاظ اسکی زبان میں محفوظ نہ رکھے گئے۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ جب کوئی کتاب ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کی جائے۔ تو وہ تغیّر و تبدل سے بکلی خالی نہیں رہ سکتی۔ پھر یہ سوال ہے۔ کہ انجیل متی جبکہ عبرانی میں لکھی گئی تھی۔ پھر یونانی میں ترجمہ کی گئی تو کیوں اسکے عبرانی نسخے ضائع کر دیئے گئے۔

اور اُستاد مذکور کی حجّت نہایت ہی کمزور ہے۔ کیونکہ مترجم جب لفظی ترجمہ کا خیال چھوڑ دے تو اُسے اصل زبان کا لباس پہنا سکتا ہے اور اُس میں وہی تاثیر پیدا کر سکتا ہے۔ جو اصل زبان کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تاثیر ہو۔ پھر سوال یہ ہے۔ کہ جب انکے مؤلف حواری تھے۔ تو انہوں نے عبرانی پر یونانی کو کیوں ترجیح دی جبکہ انکی زبان اور مسیح کی زبان عبرانی تھی۔ اور یونانی حکومت کی زبان بھی نہ تھی۔

اور ابحاث جدیدہ سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اناجیل کے اقوال کا مجموعہ پہلے اسکے کہ انجیل کی صورت میں انکو لکھا جائے عبرانی میں تیار ہوا تھا پھر یونانی میں ترجمہ کیا گیا۔ اور اس قول کی تائید بعض ان عبارات سے بھی ہوتی ہے جو ابھی تک انجیل مرقس کے باب تین، و پانچ و سات و پندرہ میں بعض جملے عبرانی زبان میں موجود ہیں۔ (ملاحظہ ہو جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد نہم مطبوعہ ۱۹۰۵ء)

**ساتویں سوال کا جواب۔** لوگوں کی گواہی اور بعض دوسری صدی کے بعض مؤرخوں کا ان ہر چہار اناجیل کو صحیح قرار دینا اور انکے مؤلفوں کی طرف نسبت دینا اس امر کا باعث ہوا۔ کہ تمام گرجے اور مجالس دینیہ نے ان کی صحت کا اقرار کیا۔ اور انکو عبادت کے وقت استعمال کرنے لگے۔ لیکن دوسری اناجیل فقط بعض گرجوں میں استعمال کی جاتی تھیں۔ گرجوں کی مجالس نے عہد جدید کی کتب پر ان قدیم گواہیوں کی بنا پر جو گرجہ میں موجود تھیں اتفاق کیا۔

**جواب الجواب۔** اگر ہم یہ تسلیم کریں کہ انہوں نے فقط لوگوں کی گواہی اور بعض دوسری صدی کے مؤرخین کی تحریروں کی بنا پر بعض کو صحیح اور بعض کو غلط قرار دیا تو سوال یہ ہے۔ کہ انہوں ان اناجیل کو جو ان شہادتوں اور دوسری صدی کے مؤرخین سے پہلے کی موجود تھیں اور بعض گرجوں میں استعمال بھی کیجاتی تھیں۔ کیوں غلط قرار دیا جبکہ منتخب شدہ اناجیل میں بھی بعض امور خلاف واقع پائے جاتے ہیں۔

پھر جیوش انسائیکلوپیڈیا کا فاضل مصنف لکھتا ہے:۔ کہ انجیل کی اصلیت کو پہچاننے کا صحیح معیار وہی ہے۔ جو یہود نے ایک اصل ثابت کی طرح قرار دیا ہوا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ہر ایک پرانی یقینی روایت خواہ وہ تحریری ہو یا سماعی وہ ہے جس میں یہود سے دوستانہ تعلقات کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور وہ روایات جو مسیح کے زمانہ کی تبلیغ سے بعد کی ہے۔ ان میں یہود سے نفرت اور شریعت موسویہ سے عداوت کی تعلیم پائی جاتی ہے۔ پس جوں جوں نئے فرقہ کا میلان تغیر پکڑتا گیا۔ اس کا روایتوں پر بھی اثر پڑتا گیا۔ اسی لئے ان اناجیل میں متناقض اقوال پائے جاتے ہیں۔ پھر اس نے اپنے اس قول کی تائید میں ان مثالوں کا ذکر کیا ہے۔ جو میں آپکے چوتھے سوال کے جواب میں تحریر کر چکا ہوں مثلاً یہ کہ مسیح شریعت موسوی کے مطابق عمل کرتا رہا۔ اور اسی کا لوگوں کو حکم کرتا تھا۔ اسی طرح کہا کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا۔ مگر جب اسکے شاگردوں نے دوسری قوموں میں اپنی کامیابی ہوتی دیکھی تو اپنے حسب مطلب روائتیں بنالیں۔ انتہیٰ

پھر لوقا بہت سی اناجیل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پس وہ کونسا معیار ہے۔ جس سے انہوں نے یہ معلوم کیا۔ کہ وہ واقعات جو ان چار اناجیل میں موجود ہیں صحیح ہیں۔ اور جو واقعات دوسروں نے لکھے ہیں۔ صحیح نہیں۔ اور کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ یہ انتخاب کب ہوا۔

**آٹھویں سوال کا جواب** ۔ چاروں اناجیل علیٰ وجہ العموم ایک دوسرے سے متناقض نہیں ہیں برخلاف اسکے تمام اہم امور مسیح کی زندگی اور موت اور اسکے قیام میں ایک دوسرے سے متفق ہیں اور اسکی دلیل یہ ہے۔ کہ تمام تالیفات جو مسیحی مبلّغوں کی طرف سے اسوقت تک شائع ہو دئی ہیں۔ وہ اناجیل اربعہ کے حوادث کو یکجا جمع کرکے انکے درمیان اتفاق ظاہر کرتی ہیں آخری کتاب جو اس طرز پر لکھی گئی ہے۔ ڈاکٹر فورڈ ایرکانی کی ہے جو مطبع بیروت میں چھپی ہے۔ اور اگر بعض الفاظ میں یا بعض امور یا جگہوں یا زمانوں میں یا گنتی میں اختلاف ہو تو مروجہ علوم کے ذریعہ سے حقیقت کا پہچاننا ناممکن ہے اور ہم کسی کو راجح نہیں قرار دے سکتے۔ لیکن یہ اختلاف اناجیل کے اصل جوہر یعنی کہ مسیح ہی منتظر موعود تھا اور وہ صلیب پر مرا اور پھر جی اُٹھا کوئی اثر نہیں ڈالتا۔

**جواب الجواب** ۔ آپ کا یہ کہنا کہ یہ اختلاف اناجیل کے اصل جوہر پر کوئی اثر نہیں ڈالتا۔ صحیح نہیں۔ کیا آپ خیال فرما سکتے ہیں۔ کہ ایسے اقوال متضادہ جنکے درمیان موافقت ناممکن ہو۔ مؤلفین کی شان میں قادح نہیں ہونگے۔ کہ انہوں نے بغیر تحقیق کے ان امور کو لکھ مارا۔ پھر کیا اس کا اثر دوسرے مسائل پر نہ پڑیگا۔

میں مناسب خیال کرتا ہوں۔ کہ یہاں ایسی چند مثالیں درج کروں۔ جن میں اختلاف پایا جاتا ہے:۔

(۱) مسیح نے کہا باپ نے بیٹے کو عدالت سپرد کی ہے تا وہ بھی حکم کرے کیونکہ وہ آدم زاد ہے۔ یوحنا باب ۵۔

پھر کہتا ہے۔ سب چیزیں میرے باپ نے ہاتھ میں دی ہیں۔ (متی باب ۱۱) ہر ایک عدالت اور سلطان آسمان و زمین میں مجھے دیا گیا ہے۔ (متی باب ۲۸)

مگر اسکے خلاف یوحنا باب ۱۲ میں یوں مذکور ہے۔ اور اگر کوئی شخص میری باتیں سُنے اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایمان نہ لاوے تو میں اس پر حکم نہیں۔ کیونکہ میں اس لئے نہیں آیا کہ جہان پر حکم کروں بلکہ اس لئے کہ جہان کو بچاؤں۔

(۲) یسوع نے کہا اگر میں اپنے متعلق گواہی دوں تو میری گواہی حق نہ ہوگی (یوحنا باب ۵)
اسکے خلاف یوحنا باب ۸ میں یوں مذکور ہے:۔
فریسیوں نے کہا تو اپنے متعلق آپ گواہی دیتا ہے تیری گواہی حق نہیں ہے۔ یسوع نے جواب میں ان سے کہا۔ اگر میں اپنے متعلق گواہی دیتا ہوں تو میری گواہی حق ہے۔

(۳) یسوع نے اپنے شاگردوں کو وصیت کی کہ سفر کے لئے سوا لاٹھی کے کچھ نہ لیں۔ نہ جھولی نہ روٹی نہ اپنے کمر بند میں پیسے (مرقس باب ۶) مگر اسکے خلاف متی باب ۱۰ میں یوں لکھا ہے۔ نہ سونا نہ روپا نہ تانبا اپنی کمر میں رکھو۔ نہ راستے کے لئے جھولی نہ دو کرتے نہ جوتیاں نہ لاٹھی لو۔ کیونکہ خوراک مزدور کا حق ہے۔

اب اس کے بعد تین اختلافات ان امور میں لکھتا ہوں جو واقعہ صلیب سے تعلق رکھتے ہیں:۔
۱۔ یوحنا باب ۱۹ میں لکھا ہے۔ کہ مسیح اپنی صلیب آپ اٹھا کر کھوپری مقام تک لایا۔
مگر مرقس باب ۱۵ اور متی باب ۲۷ و لوقا باب ۲۳ میں یہ لکھا ہے۔ کہ مسیح نہیں بلکہ شمعون نام قرینی کو جو شہر کے باہر سے آتا تھا پکڑ کے صلیب اس پر رکھدی اور وہ اُسے مقام کھوپری تک لایا۔
۲۔ متی و مرقس تو یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ دو چور جو مسیح کے ساتھ صلیب دیئے گئے اُسے ویسے ہی طعنے دیتے تھے اور عیب لگاتے تھے۔ جیسے دوسرے لوگ۔ لیکن لوقا یہ کہتا ہے۔ ایک تو کہتا تھا۔ کہ اگر تو مسیح ہے تو کیوں ہمیں اور اپنے آپکو نہیں چھڑا لیتا۔ تو دوسرا اسکو جواب دیتا تھا اور اُسے جھڑک کر کہا۔ کہ تُو خدا کا کیوں خوف نہیں کرتا جبکہ تُو بھی اسی حکم کے نیچے ہے۔ ہم تو عدل کی رو سے .... اور اس نے تو کوئی نامناسب کام نہیں کیا۔
۳۔ متی باب ۲۸ میں کہتا ہے۔ مسیح کے قبر میں سے اُٹھنے کے بعد جب مریم مگدلینی اور دوسری مریم کو مسیح ملا تو کہا سلام انہوں نے پاس آکر اسکے قدم پکڑے اور اُسے سجدہ کیا۔
مگر اسکے برخلاف یوحنا باب ۲۰ میں یہ مرقوم ہے۔ کہ یسوع نے مریم مگدلینی سے کہا مجھے مت چھو کیونکہ میں ہنوز اوپر اپنے باپ کے پاس نہیں گیا۔

کیا ایسے اختلافات واضح طور پر دلالت نہیں کرتے۔ کہ مؤلفین انجیل کا حافظہ اگر وہ مسیح کے شاگرد تھے نہایت ہی کمزور تھا۔ کہ وہ ایسے معمولی واقعات جو انکے سامنے گزرے اور جنکا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک مؤرخ کو یاد رکھنا ضروری ہے یاد نہ رکھ سکے۔

اور اس میں شک نہیں کہ یہ اناجیل کفارہ کے عقیدہ پھیلنے کے بعد لکھی گئی ہیں۔ اور اسکی بنیاد مسیح کی صلیبی موت اور پھر جی اُٹھنے پر تھی۔ اسلئے ضروری تھا کہ وہ اپنے عقیدہ کے بموجب اسکی موت کا بھی ذکر کرتے۔ پس اسکی صلیب سے پہلی زندگی اور پھر قبر سے اُٹھنے پر تو ہم دونو متفق ہیں۔ امر متنازع فیہ صرف یہ ہے۔ کہ وہ جب قبر سے کھڑا ہُوا۔ تو وہ حقیقی موت وارد ہونے کے بعد کھڑا ہُوا۔ یا صرف مجازی موت کے بعد یعنی بیہوش ہونیکے بعد۔ اگرچہ اناجیل اس بات کا ذکر کرتی ہیں۔ کہ مسیح مردوں سے کھڑا ہُوا مگر ہم کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے اس امر کے بیان کرنے میں ایسے ہی غلطی کھائی جس طرح دوسرے غلط واقعات کے بیان کرنے میں۔

پھر اناجیل اس بات کا ذکر نہیں کرتیں۔ کہ مسیح نے قبر سے نکلنے کے بعد کسی سے یہ کہا ہو۔ کہ میں حقیقی موت کے بعد جی اُٹھا ہوں۔ فقط ایک انجیل نے ایسے طریق پر مُردوں سے کھڑے ہونیکا ذکر کیا ہے جو محتاج ثبوت ہے۔ برخلاف اسکے یوحنا نے صاف طور پر ذکر کیا ہے۔ کہ اس نے قبر سے نکلنے کے بعد ہی مریم مگدلینی کو کہا۔ کہ مجھے مت چھُو کیونکہ میں ہنوز اوپر اپنے باپ کے پاس نہیں گیا۔ چنانچہ علامہ کفروراس قول کی یوں تفسیر کرتا ہے کہ اس نے کہا میں ابھی مرا نہیں کیونکہ آسمان پر اپنے باپ کے پاس جانے سے مراد موت کے سوا اور کچھ نہیں۔

اور اس تفسیر کی تائید یوحنا باب ۳ سے ہوتی ہے۔ جس میں مسیح کہتا ہے۔ آسمان پر کوئی نہیں گیا مگر وہی جو آسمان سے اُترا پھر یوحنا باب ۶ میں کہتا ہے کہ میں آسمان سے اُترا ہوں۔ اور یوحنا باب ۶ میں ہے۔ کہ اسی نے کہا۔ کہ اگر تم ابن آدم کو اس طرف چڑھتے ہوئے دیکھو جہاں کہ وہ پہلے تھا۔ روح ہی ہے جو زندہ رہتی ہے۔ لیکن جسم تو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

اور ظاہر ہے۔ کہ مسیح جسم کے ساتھ تو آسمان سے اُترا نہیں تھا بلکہ فقط روح تھی جو آسمان سے اُتری۔ پس اس میں شک نہیں کہ اس کی روح ہی آسمان پر جائیگی۔ کیونکہ وہی آسمان سے اُتری۔ اور موت روح کے جسم سے نکل جانیکا ہی نام ہے۔ پس مسیح کا اس قول سے کہ میں ابھی اپنے باپ کے پاس اوپر نہیں گیا۔ حقیقی موت سے تعبیر کرنا نہایت لطیف تعبیر ہے۔

پھر اگر ہم موت حقیقی کو تسلیم کرلیں۔ تو پھر مقام یہ چاہتا تھا۔ کہ موت کے مقابلہ میں حیات کا لفظ استعمال کیا جائے۔ مثلاً کہا جاتا۔ کہ وہ تین دن کے بعد زندہ ہو جائیگا۔ یا وہ زندہ ہو گیا۔ بعد اسکے کہ وہ مر گیا تھا۔ لیکن اناجیل میں صرف لفظ قیام پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ اور میت کا

لفظ بیہوشی پر بھی بول دیتے تھے۔ اور اس میں شک نہیں کہ غشی بھی موت کی ایک قسم ہے۔ اور مزید براں کسی نے اس کی روح کو نہ نکلتے ہوئے دیکھا اور نہ ہی قبر میں واپس آتے ہوئے دیکھا۔ بہرحال اسکے صلیب پر مرنیکی بات ایک شکی اور ظنی بات ہے۔ اور امر تاریخی ہے اس لئے ہمیں اعتقاد یا عدم اعتقاد کو ایک طرف رکھتے ہوئے تاریخ کی کسوٹی پر اسے پرکھنا چاہیئے +

جلال الدین شمس احمدی

نوٹ۔ اس مضمون کے متعلق یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ اصل خط و کتابت عربی زبان میں ہوئی ہے اور ہمارے مولانا کے پاس وہاں عربی بائیبل ہی ہے مضمون اُردو لکھتے ہوئے انہوں نے ترجمہ کر دیا ہے۔

---

# بعض سوالات کے جواب

سوال۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ دوزخ پر ۱۹ فرشتے بطور داروغہ مقرر ہیں۔ داروغے کا کیا مطلب اور ۱۹ کی تعداد کیا معنی؟

جواب۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری زندگی میں بھی انسان کے اندر مصائب سے بچنے کی خواہش اور حِس ہوگی۔ قرآن کریم سے پتہ لگتا ہے کہ لوگ دوزخ سے بچنے کی کوشش کرینگے۔ پس جب وہ دوزخ سے بچنے کی کوشش کرینگے تو انکے روکنے کے لئے کوئی سامان بھی ہونے چاہئیں۔ یہ سوال نہیں کیا جا سکتا کہ جب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہر ایک چیز ہے تو اسے سامانوں کی کیا ضرورت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی وہی طاقتیں اب بھی موجود ہیں جو قیامت کے بعد ہونگی مگر باوجود اسکے اللہ تعالیٰ دنیا میں سامانوں سے کام لے رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سامانوں کی ضرورت اللہ تعالیٰ کی طاقتوں کو مدِّنظر رکھتے ہوئے نہیں ہے۔ بلکہ مخلوق کی حالت کو مدِّنظر رکھتے ہوئے ہے۔ مخلوق اپنی تدریجی ترقی کے لئے ایسے مادی وجود کی محتاج ہے جنکا ملائکہ سے تعلق ہو تاکہ وہ ترقی کرنے یا تنزّل سے بچنے کے سامان پیدا کر سکے۔ اور اسی غرض کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سامان پیدا کیئے ہیں خوف کے بھی اور محبّت کے بھی۔ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے وجود کو مدِّنظر رکھتے ہوئے زیادہ مادی سامان حفاظت کے لئے مقرر ہے۔ اگلے جہان میں چونکہ انسانی جسم بھی روحانی ہوگا اسلئے وہاں براہ راست

ملائکہ کے ساتھ تعلق ہوگا۔

عدد بہرحال مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ ہر کام کے لئے کوئی نہ کوئی عدد ہوتا ہے۔ بچے کی پیدائش کیلئے اللہ تعالیٰ نے نو مہینے مقرر کیئے ہیں۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے بچہ کی پیدائش کے لئے مہینوں کی تعداد کیوں مقرر کی ہے۔ اور پھر نو مہینے کیوں؟ چاند کے دَوْرے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایک سال کا وقت مقرر کیا ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے مدت کیوں مقرر کی اور وہ بھی بارہ مہینے کی کیوں؟ یہ تمام باتیں حکمت کے بغیر تو نہیں ہیں۔ لیکن انکی حکمت ایسے امور سے وابستہ ہے جو انسانی عقل و فہم سے بالا ہیں۔ اور درحقیقت اسرار پیدائش ہیں سے ایک راز ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حکمت کے ماتحت انیس ۱۹ فرشتے بھی ہونگے۔ لیکن ایک بات نظر بھی آتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان کی جسمانی حسیں نو ہیں۔ اور اسکے مقابلہ میں روحانی حسیں بھی نو ہیں یہ اٹھارہ حسیں ہوتی ہیں۔ اور الٰہی قانون کے ماتحت تمام نظام ایک نقطہ مرکز پر جمع رکھا جاتا ہے۔ اگر اس نقطہ مرکز کو شامل کر لیا جائے تو یہ انیس ۱۹ کا عدد بنتا ہے۔ پس انیس ۱۹ ملائکہ سے مراد وہ ملائکہ ہیں جو انسان کی حسوں سے تعلق رکھتے ہیں اور انکا تعلق دوزخ سے اس لحاظ سے ہوگا کہ انسان اس ظاہر و باطن کی کمزوری یا طاقت کے ساتھ ہی گناہ یا ثواب کا کام کرتا ہے پس ان ملائکہ کی نگرانی جن کے ماتحت مختلف حواس ہیں اسکی دوزخی زندگی کیلئے جہاں وہ درحقیقت زیر معالجہ ہوگا نہایت ضروری ہے۔

سوال ۳۔ لونڈیوں اور غلاموں کے متعلق آیات اب بھی قرآن مجید میں موجود ہیں کیا اس زمانے میں بھی لونڈی یا غلام رکھے جاسکتے ہیں (ب) لونڈی و غلام کے لئے مَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ کا لفظ کس حکمت پر مبنی ہے (ج) لونڈیوں کے حقوق حر کی نسبت نصف کیوں ہیں (د) مثنیٰ وثلث ورُبٰع سے چار تک محدود کیوں سمجھا جائے۔ یہ تو طرزِ کلام ہے (ھ) کیا لونڈی کے ساتھ نکاح ضروری ہے یا محض ملک میں آجانا نکاح ہے (و) چار بیویوں کی موجودگی میں اس پانچویں کو حبالۂ عقد میں لانا کیوں جائز نہیں جو بلا شرط و بعد معافی حقوق نکاح میں آنا قبول کرے۔

جواب۔ اب بھی لونڈیوں اور غلاموں کے متعلق احکام قرآن کریم میں موجود ہیں اور اب بھی ویسے ہی قابل عمل ہیں جیسے کہ پہلے زمانے میں تھے۔ اس زمانہ میں بھی جو لونڈی یا غلام بننے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسکو لونڈی یا غلام رکھا جاسکتا ہے۔ مَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ اس لئے آیا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک تو عربی زبان کا محاورہ ہے کہ غلاموں کے لئے ملک الیمین کا لفظ بولا جاتا ہے اسلئے زبان کے محاورہ کے ماتحت اس لفظ کا استعمال کیا ہے۔ دوئم۔ دوسرے الفاظ جو غلاموں اور لونڈیوں کیلئے بولے جاتے ہیں۔ وہ مردوں کے لئے الگ ہیں۔ اور عورتوں کے لئے الگ ہیں اس کی بجائے دو لفظ بولنے کے قرآن کریم نے ایک ایسا لفظ اختیار کر لیا ہے جو کہ دونو لفظوں پر حاوی ہے۔ تیسرے۔ باقی الفاظ جو غلاموں کیلئے استعمال کیئے جاتے ہیں وہ آقا اور غلام کے عارضی تعلّق پر دلالت نہیں کرتے بلکہ غلام اور لونڈی کو ایک مستقل حیثیت دیتے ہیں لیکن ما ملکت ایمانکم کے الفاظ ایک عارضی تعلّق پر دلالت کرتے ہیں۔ یعنی انکا تعلّق تمھارے ساتھ ایک ایسے وقت تک ہے جب تک کہ تم کو انپر قوّت اور مقدرت حاصل ہے وہ تمھارے زور بازو سے تمھارے ماتحت ہیں۔ حقیقی طور پر انکو تمھاری ماتحتی حاصل نہیں۔ ان الفاظ میں گویا اس طرف اشارہ کیا ہے کہ غلام اور لونڈیاں نفسی حیثیت میں ویسے ہی انسان ہیں جیسے کہ تم ہو۔ اور ویسے ہی آزاد ہیں جیسے کہ تم ہو۔ تمھارا انکا تعلّق صرف زور بازو کا تعلّق ہے۔ اس طرح اس غلطی کا ازالہ کر دیا ہے جو مختلف اقوام میں غلاموں کے متعلّق گھر کیئے ہوئے ہے۔ یعنی وہ خیال کرتے ہیں کہ غلام ہونے کے ساتھ ایک ایسا تغیر آجاتا ہے کہ گویا وہ پھر حریت حاصل ہی نہیں کر سکتا۔ اور گویا کہ غلامی کی حالت میں انسانی حقوق سے بالکل عاری ہو جاتا ہے۔

ما ملکت سے مراد قرآن کریم میں وہ غلام اور لونڈیاں ہوتی ہیں جو کہ ایسے جنگ میں جسکی ابتداءِ خود انھوں نے کی ہو اور جسکا مقصد صرف جبری طور پر دین کا منوانا یا کسی دین کے اختیار کرنے پر سزا دینا ہو اور انہیں جنگ میں عملی طور پر حصّہ لیتے ہوئے گرفتار کیا گیا ہو۔ اس کے بغیر نہ کسی لونڈی یا غلام کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے پکڑا ہے اور نہ قرآن کریم سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ کسی جنگ کرنیوالی قوم کے وہ افراد جنھوں نے جنگ میں عملی حصّہ نہ لیا ہو کبھی غلام نہیں بنائے جاتے تھے اور نہ کسی ایسی قوم کے افراد کو غلام بنایا جاتا تھا جن سے جنگ کسی سیاسی غرض پر ہو۔ حضرت امام حسنؓ و حسینؓ نے غلاموں کے متعلق فرمایا۔ صحابہؓ کے زمانہ میں ایسے کوئی غلام نہیں پکڑے گئے اور نہ کوئی ثابت کر سکتا ہے۔

لونڈی غلاموں کے حقوق اس لئے نصف رکھے گئے ہیں کہ انکے سب اعمال جبراً اپنے آقا کی اطاعت کے ماتحت ہی ہوتے ہیں اور اس لئے کہ انکے اوپر آقا کی خدمت کی ذمہ واریاں ہوتی ہیں اس لئے ان کے حقوق بھی نصف ہوتے ہیں اور سزا بھی نصف رکھی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مادی چیز نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہم جسم کو دیکھتے ہیں کہ پیدائش سے لیکر فنا تک اسپر کئی تغیرات آتے ہیں۔ مگر شعور ذاتی جسے موجودہ زمانہ کے فلسفی لوگ (انا) سے پکارتے ہیں۔ اس تمام مدت میں ایک ہی حال پر رہتا ہے۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے۔ کہ جسم اور روح ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ اور ایک دوسرے کے تاثرات میں شریک ہوتے ہیں۔ مثلاً روح جسم کے ساتھ صحت۔ بیماری۔ قوت و ضعف میں اور جسم روح کے ساتھ سرور و حزن وغیرہ میں۔ پس حیات روح و مادہ کے اتحاد اور موت ان کے ایک دوسرے سے جدا ہونیکا نام ہے۔ اور مادہ کا متغیر ہوتے رہنا ہی آخر جسم کو موت اور فنا تک لیجاتا ہے۔ اور اس بات پر کہ روح بھی قانون فنا کے ماتحت ہے کوئی دلیل نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ وہ مادی چیز نہیں ہے کہ تجزیہ (یعنی اجزاء میں تقسیم ہوسکے) اور تغیر کو قبول کرے۔ اور مزید براں یہ بھی واضح ہے۔ کہ وہ کسی خاص چیز میں نہیں ہے۔

جسم اور روح کی مثال راگ کی سروں اور باجہ کی ہے۔ جیسا کہ موسیقی کی سریں بغیر آلہ موسیقی کے ظاہر نہیں ہوتیں۔ اسی طرح منطاہر روح بغیر جسم حاصل کرنیکے تجلی پذیر نہیں ہوتے۔

جسم بغیر حیات کے بے قیمت و بے شعور ہے۔ اس لئے ہمیں موت کو خوف و دہشت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔ کیونکہ مقابر مردوں کے ٹھہرنے کا حقیقی مقام نہیں ہے۔ بلکہ وہ کسی دوسرے عالم میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور جسم کو قبر میں دفنا دینے کے بعد اس روح سے کوئی تعلق نہیں رہتا اس لئے نادانی ہوگی کہ موت سے خوف کھایا جائے یا یہ کہا جائے کہ مردے ان قبروں سے اٹھینگے اور یہ کہ روحیں قبروں کے ارد گرد گھومتی رہتی ہیں۔ کیا کوئی شخص اس جہان میں سیاحت سے گھبرایا کرتا ہے۔ نہیں۔ بلکہ وہ تو جب کسی نئے شہر میں داخل ہوتا ہے تو خوش ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح ارواح کا حال ہے۔ کہ وہ اس عالم کو چھوڑ کر دوسرے کسی نئے عالم کی سیاحت کیلئے چلے جاتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ ہمیں یہ بتاتے نہیں کہ کس جگہ جا رہے ہیں۔

موت ایک فردی حادثہ ہے۔ جس سے دنیا کی ہیئت نہیں بدل سکتی۔ کیونکہ موت سے انسان اس جہان سے جس کی بہت سی اشیاء سے واقف ہو چکا ہے۔ ایک دوسرے عالم میں چلا جاتا ہے۔ جس کی اشیاء سے وہ واقف نہیں ہے۔ اسکے حالات اسے وہاں پہنچکر ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اور اسی عالم کا نام ہم عالم آخرت رکھتے ہیں۔

پس دنیا اور آخرت اسی کائنات کے اندر ہیں۔ لیکن ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ۔ اس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ بالکل ٹھیک ہے جو کچھ آپ نے سمجھا ہے اگر غیر مقیّد کلام ہو تو یہی مطلب ہوتا ہے لیکن احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی تشریح فرمائی ہے کہ چار تک بس کیجائے۔ تو چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کو کلام کے معنی کی تفہیم بھی ہوتی ہے جہاں دو معنی ممکن ہوں ان میں سے وہی معنی لئے جائینگے جو اس نے کئے ہوں جسپر کلام نازل ہوا۔

ایک بیوی کے ساتھ لونڈیوں کا رکھنا؟ لونڈیوں کے متعلق میرے جو خیالات ہیں وہ عام رائج الوقت خیالات سے بالکل مخالف ہیں۔ میرے نزدیک ایسی لونڈیوں سے انسان تعلق رکھ سکتا ہے جن کے وہ بیویوں کی طرح حقوق ادا کرنے کے لئے تیار ہو۔ اگر یہ کہا جائے کہ بہرحال پھر بھی تو عام قانون کی نسبت اس قانون میں فرق نظر آتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لونڈیوں کا وجود بہت ہی شاذ طور پر دنیا میں ہو سکتا ہے۔ چونکہ مذہب کے لئے تلوار اٹھانے کا وجود اسلامی زمانہ میں بہت ہی محدود نظر آتا ہے۔ پھر غلام اور لونڈیاں تبھی پکڑے جا سکتے ہیں جبکہ جس قوم پر حملہ ہوا ہو وہ مغلوب ہو جائے۔ اسکے مواقع اور بھی قلیل اور محدود ہونگے۔ اور چونکہ یہ ایک غیر معمولی بلکہ غیر طبعی حالت ہے اس لئے ان مشکلات کو دور کرنیکے لئے جو لونڈیوں اور غلاموں کے لئے پیدا ہوتے ہیں شریعت نے بعض غیر معمولی احکام دیئے ان کا قیاس عام احکام پر کرنا درست نہیں۔

لونڈیوں کے ساتھ نکاح؟ قرآن شریف میں لونڈیوں کے ساتھ نکاح کا ذکر سورہ نور میں ہے۔ وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ واللہ واسعٌ علیم (رکوع ۴)۔

مومن یا غیر مومن لونڈی کے ساتھ نکاح۔ ہر ایک لونڈی سے نکاح ہو سکتا ہے مومن ہو یا غیر مومن۔

کوئی عورت اگر بغیر شرط کے کسی مرد کے اپنے آپکو سپرد کرے تو وہ لونڈی کیوں نہیں کہلا سکتی؟ اس کا جواب بھی اوپر آ چکا ہے۔

چار بیویوں کی موجودگی میں پانچویں بیوی کا کرنا درآں حالیکہ پہلی بیویاں سے خوش ہو اور پانچویں بیوی بلا شرط کے اپنے آپکو حوالہ کرنیکے لئے تیار ہو؟ شریعت کا حکم اسکے خلاف ہے۔ شریعت نے ایک عام قانون بنایا ہے۔ اور شریعت ایسی استثنائی صورتوں کو کبھی مد نظر نہیں رکھتی۔ جسکی آڑ میں انسان فساد پھیلا سکے۔ چونکہ اسکی آڑ میں فساد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیدا ہو سکتے ہیں اور امراء لالچ اور حرص دلا کر سینکڑوں اور ہزاروں بیویاں کرتے اسلئے شریعت نے ایسی باتوں کا راستہ بند کر دیا ۔

# اسلامی نقطہ نگاہ سے مذہبی تنازعات کا علاج

## سچی ضرورت سچی تلاش کو چاہتی ہے

یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ اگر سچی ضرورت ہو تو انسان سچی جستجو بھی کرتا ہے یہ ناممکن ہے کہ اشتہا صادق ہو اور ایک عقلمند انسان کھانے کی فکر نہ کرے سچی پیاس ہو اور پانی کی تلاش نہ کرے جسم میں روگ ہو طبیب اور دوا سے لاپرواہی کرے ۔ غرض سچی ضرورت جب لاحق ہوتی ہے تو انسان سچی جستجو اور تلاش بھی ضرور کرتا ہے ۔

اسوقت ایک طرف تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اہل مذاہب اور انکے مختلف فرقوں کا آپسمیں سخت اختلاف بلکہ نفاق ہے اور دوسری طرف ملک میں اتحاد اتحاد کی آواز سے ایک شور برپا ہو رہا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شور اور واویلا بالکل بجا ہے کیونکہ گذشتہ حالات اور واقعات بتلاتے ہیں کہ یہ اختلاف جس گھر یا جس قوم یا جس ملک میں بھی پیدا ہوا ہے اس نے ویران ہی کر کے چھوڑا اس لئے اہل خرد نے محسوس کیا کہ اہل ہند کا یہ اختلاف نہ صرف یہ کہ ان کو ترقی سے روک رہا ہے بلکہ اس تحاسد اور تباغض کے ہوتے ہوئے یہ اپنی موجودہ حالت پر بھی قائم نہیں رہ سکتے بلکہ اگر حالت یہی رہی تو اس ملک اور قوم کا مستقبل سخت خطرے میں ہے جس سے معلوم ہوا کہ ملک اور قوم بڑی شدت کے ساتھ اتحاد کی ضرورت کو محسوس کر رہی ہے ۔ مگر جبتک صحیح ذرائع کی سچی تلاش نہ ہو ہندوستان کے مختلف مذاہب اور انکے مختلف فرقوں کا نفاق اور اختلاف محض اتحاد کی ضرورت کے احساس کے ساتھ کس طرح دور ہو سکتا ہے اگر کہا جائے کہ تمام اہل ہند کا مذہب ایک ہو جانا چاہیئے تا اس طرح وہ اتحاد کے ثمرات سے ملک فائدہ اٹھا سکیں تو یہ امر اگر ناممکن نہیں تو اس پر تا تریاق آوردہ شود والی مثال ضرور صادق آتی ہے ایسے انقلاب کے لئے ایک لمبا زمانہ درکار ہے کیونکہ بہت ہی کم ایسے لوگ ہیں کہ حقیقت آشکارا ہونے پر بھی اپنے آبائی مذہب کو آسانی سے چھوڑ سکیں چہ جائیکہ حقیقت کھلے بغیر ہی قومیں آبائی مذہب کو چھوڑ کر ایک ہو جائیں ۔ اسلئے عقل چاہتی ہے کہ اتحاد کا کوئی ایسا ذریعہ ہو کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

باوجود اختلاف مذہبی کے پھر تعلقات سب کے آپس میں ہمدردانہ اور برادرانہ رہیں اور باہمی تنازعات سے بچ جائیں۔

## مذہب کی کیا شان ہے؟

کیونکہ ہر ایک شخص کو اپنا مذہب بہت عزیز ہے حتیٰ کہ اسکی خاطر اپنی جان اور مال تک قربان کر دیتا ہے اپنے عزیزوں رشتہ داروں تک کو چھوڑ دیتا ہے کیونکہ بعض عزیز بھی ایسے ہوتے ہیں کہ انسان انکی خاطر اپنی جان تک دینے سے دریغ نہیں کرتا مگر اپنے مذہب کی خاطر انکو بھی قربان کر دیتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مذہب انسان کیلئے ایک محبوب تر چیز ہے اس لئے طبعاً وہ یہ چاہتا ہے کہ اسکے اس محبوب کی عزت شہرت اور ترقی ہو بلکہ ہر ایک اہل مذہب کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اسکے لئے جائز اور صحیح کوشش کرے اور دوسروں کے سامنے اسکو پیش کرے اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو درحقیقت اسکے دل میں دین کی کچھ قدر اور وقعت ہی نہیں رہی اور اسکی روح مر چکی ہے اسکو چاہیئے کہ پہلے مذہب سے سچی محبت پیدا کرے اور محبت پیدا کرنیوالی چیز حسن اور خوبی ہے وہ اپنے مذہب کی خوبیاں تلاش کرے تب وہ خود ہی چاہیگا کہ اسکے محبوب کی شہرت ہو اور دیگر مذاہب کے لوگ بھی اسکی طرف جھکیں اور وہ بھی اسی کو اپنا محبوب بنائیں اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ (مشکوٰۃ باب الشفقۃ) کہ تمام مخلوق خدا کا کنبہ ہے سو خدا تعالیٰ کو اپنے کنبے میں سے وہ شخص زیادہ محبوب ہے جو اسکے کنبے کے ساتھ احسان کرے

اسلام کی اس تعلیم کے مطابق بھی ہر ایک اہل مذہب کا یہ فرض ٹھیرتا ہے کہ جہاں وہ دنیاوی طور پر بنی نوع انسان سے ہمدردی اور سلوک کرے وہاں اپنے مذہب کی خوبیاں پیش کر کے بھی مخلوق خدا پر احسان کرے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

## حقیقی ایمان اور نیکی سے کون محروم نہیں رہ سکتا

لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہٖ کہ حقیقی ایمان لانیکا اہل اور حقدار وہی ہو سکتا ہے کہ جو اپنے بنی آدم بھائی کے لئے وہ پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے اور سب چیزوں سے زیادہ پسند انسان کو اپنا مذہب ہے اس لئے اسکا فرض ہے کہ وہ اپنا مذہب بھی دوسروں کے سامنے پیش کرے۔ اسی طرح قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ لن تنالوا البر حتّٰی تنفقوا مما تحبون کہ تم حقیقی نیکی نہیں پا سکتے جبتک کہ تم دوسروں کو اپنی محبوب چیز نہ دو۔ سو مذہب بھی انسان کی محبوب چیزوں میں سے ہے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں جس طرح مال خرچ کرنے سے اس میں برکت ہوتی ہے اسی طرح علم خرچ کرنے سے علم ترقی کرتا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اپنے مذہب کی خوبیاں اور تعلیم دوسروں کے سامنے پیش کرے اور وہ بھی ایسی جو اسکی مذہبی کتاب میں موجود ہوں اپنی طرف سے خیراتی وکیل نہ بنے۔ اسی لئے اس آیت سے آگے خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرمایا ہے:۔ قل فأتوا بالتوراة فاتلوها ان کنتم صٰدقین (پارہ ۴ رکوع ۱) کہ اگر اپنے دعوےٰ میں سچے ہو تو رات میں یہ تعلیم دکھاؤ۔

غرض ایسا انسان اگر نیک نیت ہے تو وہ حقیقی ایمان اور حقیقی نیکی سے محروم نہیں رہتا کیونکہ سُننے سُنانے میں خدا تعالیٰ اسپر حق واضح کر دیتا ہے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دنیاوی طور پر ایک مذہب والا دوسرے مذہب والے سے جب کوئی سلوک کرتا ہے تو وہ خوش ہوتا اور اسکی قدر کرتا ہے۔

**مذہبی دیوانے نہ ہو مذہبی ہوشمند ہو**

لیکن دینی پہلو سے جب ایک مذہب والا دوسرے مذہب والے کے سامنے اپنا مذہب پیش کرتا ہے تو دنگا اور فساد شروع ہو جاتا ہے حالانکہ دنیا سے دین زیادہ قیمتی چیز ہے چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ اس کی زیادہ عزت کرتا کیونکہ اس نے اپنی طرف سے اپنی عزیز تر چیز اسکے سامنے پیش کی ہے مگر بدقسمتی سے وہ اسے زیادہ قابل نفرت سمجھنے لگتا ہے اس کی دو وجہیں ہیں ایک تو مذہب کو پیش کرتے ہوئے مذہب کے آداب اور احترام کو مدِنظر نہیں رکھتا بلکہ دوسرے کے مذہب کی تحقیر اور تذلیل ناشائستہ اور غیر مہذبانہ طور پر کرتا ہے اس طریق سے نہ صرف یہ کہ وہ دوسرے کی دل آزاری کرتا بلکہ اپنے مذہب کی بھی توہین کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی اعلیٰ درجہ کا کھانا پیشاب اور پاخانہ کے برتن میں رکھ کر کسی کے سامنے پیش کرے اگر وہ اپنے مذہب کو اعلیٰ درجہ کا مذہب سمجھتا ہے تو اسکو ایسا طریق اختیار نہیں کرنا چاہیئے جس میں اسکی بھی بے حرمتی ہو اور اسکے مذہب کی بھی اور جس کا نتیجہ فتنہ اور فساد ہو۔

**دوسرا مذہبی دیوانہ**

دوسری وجہ فساد کی اس شخص کی طرف سے پیدا ہوتی ہے کہ جسکے سامنے مذہب پیش کیا جاتا ہے یعنی باوجود اسکے کہ مذہب پیش کرنیوالا تمام آداب اور احترام مذہبی کو ملحوظ رکھ کر اپنے مذہب کو اسکے سامنے پیش کرتا ہے لیکن جسکے سامنے پیش کرتا ہے وہ اسکی باتوں کو بدنیتی پر محمول کرکے بجائے اسکے کہ اسکی قدر کرے اسکی بیجا توہین اور تذلیل شروع کر دیتا ہے جسکا لازمی نتیجہ فتنہ اور فساد ہے۔

لیکن اسلام جو سلامتی اور امن اور صلح کا مذہب ہے اسپر چلنے والا فساد کی ان دونوں شقوں سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محفوظ رہتا ہے اس لئے نہ تو وہ اپنے مذہب کو دوسروں کے سامنے پیش کرکے زیر الزام آسکتا ہے اور نہ کوئی دوسرا شخص اسکے سامنے اپنا مذہب پیش کرنے میں آداب مذہب کو ملحوظ رکھے یا نہ رکھے

## اسلام کے مذہبی آداب

چنانچہ پانچویں پارہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اذا سمعتم اٰیات اللّٰہ یکفر بھا ویستھزء بھا فلا تقعدوا معھم حتّٰی یخوضوا فی حدیث غیرہٖ انکم اذا مثلھم کہ جسوقت مخالفین اسلام کا انکار استہزاء کے رنگ میں کریں تو پھر تم کو ان کے جلسہ میں بیٹھنے کی اجازت نہیں جبتک کہ وہ اس غیر مہذبانہ طریق کو ترک نہ کردیں کیونکہ خطرہ ہے کہ انکے مقابلہ میں تم بھی کہیں انہی جیسی ناشائستہ حرکات نہ شروع کردو کیونکہ طیش میں آکر انسان وہ کچھ کرگذرتا ہے جو اسے کرنا نہیں چاہیئے۔ اسی طرح سورۂ قصص میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ اولٰئک یؤتون اجرھم مرتین بما صبروا ویدرءون بالحسنۃ السیئۃ ومما رزقنٰھم ینفقون واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنہ وقالوا لنا اعمالنا ولکم اعمالکم سلام علیکم لا نبتغی الجاھلین کہ جو لوگ قرآن کریم پر ایمان لاتے ہیں انکے لئے دوہرے اجر ہیں بسبب اسکے کہ وہ مخالفین کے ہاتھوں سے دکھ اٹھاتے اور پھر صبر کرتے ہیں بلکہ مخالفین کی بدی کا مقابلہ نیکی اور احسان سے کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دین اور دنیا سے انکو دیا ہے مخلوق کی بہتری کے لئے خرچ کرتے ہیں باوجود اسکے بھی اگر وہ مخالفین کی طرف سے احسان فراموشی اور بیہودہ گوئی ہی سنتے ہیں تو وہ صرف اتنا کہکر خموشی اختیار کرتے ہیں کہ ہمارے کام ہماری شان کے مطابق ہیں آخر جو کچھ تمہارے اندر ہے وہی تم سے ظاہر ہوتا ہے اسلئے ایسے ناسمجھوں کو سلام ہی بھلا۔ چنانچہ عقلمندوں کا مقولہ ہے ۔ع جواب جاہلاں باشد خموشی تالی ہمیشہ دو ہاتھوں سے بجتی ہے جب ایک مسلم اسلام کی اس تعلیم پر چلیگا تو کبھی وہ موجب فساد نہیں ہوسکتا اور نہ ایسی روش میں اسپر کوئی حرف آسکتا ہے۔

## طریق تبلیغ

اسی طرح جب ایک مسلم دوسروں کے سامنے اپنے مذہب کو پیش کرے تو اسلام اسکو یہ تعلیم دیتا ہے ادعُ الی سبیل ربّک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالّتی ھی احسن (سورۂ نحل) کہ تم اسلام کی طرف لوگوں کو دعوت دو مگر محکم دلائل سے نہ لغو اور بیہودہ اور دل آزار طریق سے بلکہ نہایت عمدہ ناصحانہ پہلو ہو اگر مقابلہ بھی پیش آجائے تو مخالف کی دیکھا دیکھی اپنی اس احسن روش کو مت چھوڑو۔ مخالفین کو بھی خدا تعالیٰ نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جا بجا قرآن کریم میں اس طریق کی طرف بلایا ہے. چنانچہ سورۂ انعام میں فرمایا ہے قل ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا اور اسی طرح سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین کہ اگر اپنے مذہب کی صداقت کی کوئی علمی دلیل تمہارے پاس ہے تو وہ پیش کرو ہم بخوشی سُننے کے لئے تیار ہیں لیکن علم اور دلائل کے مقابلہ میں جو لٹھ اور تلوار یا بدتہذیبی استعمال کرے اسکا کیا علاج۔

اسلام جو اس رنگ میں ہر ایک مذہب والے کو تبلیغ کی آزادی دیتا ہے جسکی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی تو اس کی وجہ یہی ہے کہ اسلام کی بُنیاد دلائل کی نہایت محکم چٹان پر ہے جسکے مقابل پر کوئی مذہب ٹھیر نہیں سکتا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے

## اسلام کا مبلغ ہی غالب آتا ہے

ان ھٰذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم ویبشر المؤمنین الذین یعملون الصالحات ان لھم اجرًا کبیرا۔ کہ قرآن کریم جو ہدایات پیش کرتا ہے وہ سب سے بڑھکر اور محکم ہیں اسلئے جو مومن بھی صحیح طور پر اس کی ہدایات پر چلتا ہے وہ ہمیشہ خوشخبری اور اجر عظیم پاتا ہے۔

غرض اسلام نے ہر پہلو سے کامل تعلیم پیش کی ہے. پس اگر ہر ایک مذہب والا اسلام کی اس پاکیزہ تعلیم کے مطابق مذہبی باتیں سُنے بھی اور سُنائے بھی تو نہ صرف یہ کہ اہل مذاہب میں کوئی تنازع پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ اس گُر کے استعمال سے مودۃ اور محبت پیدا ہوگی۔ جسکی ضرورت اسوقت اہل مذاہب اور انکے لیڈر نہایت شدت کے ساتھ محسوس کر رہے ہیں پس اگر اہل مذاہب کو اتحاد کی سچی ضرورت ہے تو پھر اس صحیح اور اصل ذریعہ کو بھی کام میں لانیکی سچی کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر اس مذہبی رواداری کو روا نہ رکھا جائیگا تو اتحاد کی کوششیں فضول اور بیکار ہیں خدا جانے وہ کونسا مبارک دن ہوگا کہ لوگ اس بیّن حقیقت سے واقف اور آشنا ہو جائینگے اوّل وہ مذہب کی شان کو پہچانیں پھر مذہب پیش کرنیوالے کی شان کو پہچانیں پھر مذہب جیسی عزیز چیز کے پیش کرنے اور سُننے کے طریق کو سمجھیں اور اسلام نے ان امور کو ایسے طریق سے پیش کیا ہے کہ ایک سلیم الفطرت انسان کیلئے بغیر سر تسلیم خم کئے کوئی چارہ نہیں ہو سکتا مگر بگڑی اور بگاڑی ہوئی فطرتوں کی خدا ہی اصلاح کرے تا وہ اس قیمتی نسخہ کو آزمائیں۔

آنکھ پھوٹی تو خیر کان سہی ٭ نہ سہی یونہی امتحان سہی

## اے آزمانیوالے یہ نسخہ بھی آزما

کیا اس مریض سے بھی بڑھکر کوئی بد قسمت ہو سکتا ہے کہ جس کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صحت ایسے نسخے میں ہو جسپر نہ ہینگ لگے نہ پھٹکڑی اور وہ اسکی طرف ذرا بھی توجہ نہ کرے۔ اتنا عرصہ بڑے بڑے لیڈروں کے نسخے ملک اور قوم نے آزمائے انکا جو حشر ہُوا وہ ظاہر ہے اب ذرا اسلام کے اس نسخے کو بھی آزمائیں پنڈتوں اور مولویوں کا فائدہ تو دھڑا بندیوں میں ہے اسلئے عوام الناس کا فرض ہے کہ وہ ان کی استعمال انگیزیوں سے بچیں اور اپنے نفع کی فکر آپ کریں ملک اور قوم کی بہتری اسی میں ہے۔

ایک دوسرا نقص جو ہمارے ہموطنوں میں پایا جاتا ہے اور جس کی وجہ سے سرد مہری کا بازار گرم اور اتحاد کا رشتہ درہم برہم ہے وہ یہ ہے کہ اہل مذاہب دوسرے مذہب کی بیجا توہین کرنیکے علاوہ انکے بانیوں کی توہین کرنے سے بھی احتراز نہیں کرتے۔ اب ہر ایک عقلمند انسان سوچ سکتا ہے کہ جب ایک مذہبی آدمی اپنے مذہب کو ایسا محبوب رکھتا ہے کہ اسکے لئے اپنی جان قربان کرنے سے بھی اسکو دریغ نہیں ایسی محبوب چیز جسکے واسطے سے اسکو حاصل ہوئی ہے سوچنا چاہیئے کہ اسکے ساتھ اسکو کتنی محبّت ہوگی اور کونسی قربانی ہے جو اسکے لئے وہ کرنے کو تیار نہیں ہوگا ایسی حالت میں بھلا کوئی مذہب والا کسی مذہب والے کے بانی اور پیشوا کی توہین کرکے اسکے دل میں گھر کر سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اس کی صورت سے بھی بیزار ہوگا اور یہ امر اتحاد کے بالکل مخالف ہے۔

## تمام مذاہب کے پیشواؤں کا احترام

لیکن اسلام جو صلح اور امن کا مذہب ہے اور خالق فطرت کی طرف سے ہے اس نے اپنی کامل تعلیم میں اس پہلو پر بھی خاص زور دیا ہے اور یہ اسلام ہی کا حق تھا کیونکہ اسلام تمام دنیا کی قوموں کی طرف آیا ہے اس لئے لازمی تھا کہ تمام قوموں کے پیشواؤں کے احترام کا حکم دیتا چنانچہ ایک طرف خدا تعالےٰ فرماتا ہے ولکل امة رسول سورۂ یونس ولکل قوم ھاد سورۂ رعد کہ ہر ایک قوم میں ہم نے ہادی اور رسول بھیجے ہیں خواہ وہ قومیں ہندوستان میں رہتی ہیں خواہ یورپ میں خواہ وہ افریقہ کے آباد اور مہذب اماکن ہیں۔ اور دوسری طرف حکم دیا اٰمنوا باللّٰہ ورسلہ وان تؤمنوا وتتقوا فلکم اجر عظیم (سورۂ اٰل عمران) کہ خدا کے تمام رسولوں پر ایمان رکھو اور اگر تم ان پر ایمان لاؤ اور ان کی بے حرمتی سے بچو تو تم کو خدا بہت بڑا اجر دیگا پھر سورۂ انعام میں اور بھی اس حکم کو واضح کردیا ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللّٰہ فیسبوا اللّٰہ عدوا بغیر علم کہ غیر مذاہب کے لوگوں نے اگر اپنے پیشواؤں کو خدا کا بھی ہمسر بنالیا ہو تو تم انکی شان میں کوئی برا کلمہ نہ کہو کیونکہ ایسا کرنے سے وہ بباعث اپنی لاعلمی کے تمہارے پیشوا کو گالیاں دینگے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لیکن تم کو علم دیدیا گیا ہے کہ تمام قوموں میں خدا کے نبی اور ہادی آئے ہیں اس لئے تم پر انکا احترام واجب ہے لوگوں نے جو انکو شریک بنا رکھا ہے تو یہ ان پیشواؤں کا قصور نہیں بلکہ آنیوالی نسلوں نے انکی طرف ناجائز باتیں منسوب کر دی ہیں۔ جس طرح حضرت عیسیٰؑ کا خدائی کا دعویٰ نہ تھا لیکن ان کی قوم نے انکی طرف یہ دعویٰ منسوب کر دیا اس سے حضرت عیسیٰؑ بُرے نہیں ہو سکتے۔

### کرشنؑ اور رامچندرؑ

یہی حال کرشن اور رامچندر جی کا ہے یہ بھی خدا کے پرستار اور خدا کی طرف بُلانے والے تھے۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے فیسبّوا اللّٰہ کا فقرہ رکھا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی لاعلمی سے خدا کو گالیاں دینگے حالانکہ کوئی مشرک خدا کو گالیاں نہیں دیتا پھر جو خدا نے یہ الفاظ فرمائے ہیں تو اسکی وجہ یہ ہے کہ نبی چونکہ خدا کا مظہر ہوتا ہے اسلئے جو اسکی عزّت کرتا ہے۔ وہ خدا کی عزّت کرتا ہے اور جو اسکی بے حرمتی کرتا ہے وہ خدا کی بے حرمتی کرتا ہے فیسبوا اللّٰہ میں نبی کی بے حرمتی خدا کی بے حرمتی کے مترادف قرار دیگئی ہے۔ اب ایک اسلام کا سچا پیرو کسی مذہب کے پیشوا کو خواہ اسکو خدا کے بھی برابر ٹھیرایا گیا ہو بُرا کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا بلکہ تمام مذاہب کے پیشواؤں کی عزّت اور احترام کر کے انکے دل میں گھر کر سکتا ہے۔ اگر تمام اہل مذاہب اور انکے تمام فرقے اسلام کی اس پاک تعلیم پر عمل کریں تو تمام مغافرت دور ہو سکتی اور رشتۂ اتحاد قائم اور محکم ہو سکتا ہے کیونکہ انسانی فطرت یہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کے پیارے مذہب کے پیارے بانی کی توہین کی جائے۔ فطرت فطرت سب پکارتے ہیں۔ لیکن کُل کیوقت فطرت کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ کونسی فطرت یہ چاہتی ہے۔ کہ اس کے پیشوا کو بُرا کہا جائے۔ جب نہیں۔ تو پھر کیوں اس دل آزار طریق کو ترک نہیں کیا جاتا۔ اتحاد کی قدر کرنے والو یہ اسلام کا دوسرا قیمتی گُر ہے۔ اس کو بھی آزماؤ۔ اور اتحاد کا پھل کھاؤ۔

### مسلمانوں کا طرزِ عمل

اوروں کو کیا کہیں خود مسلمان ہی اس تعلیم سے بے بہرہ ہیں۔ غیر مذاہب کے بانیوں کا احترام تو درکنار وہ اپنے اسلامی فرقوں کے پیشواؤں کا احترام بھی حرام سمجھتے ہیں۔ جو اپنوں سے صلح نہیں کر سکتا۔ وہ غیروں کو کیا صلح کا پیغام دے سکتا ہے۔ حالانکہ صرف اسلام ہی تمام دنیا کے لئے صلح کا پیغام لایا ہے۔ اور اس کی بنیاد ایسے محکم اصولوں پر ہے۔ جن کو کوئی عقل توڑ نہیں سکتی۔ مگر افسوس کہ مسلمان جن کا مذہب ان کو ایسی پاک تعلیم دیتا ہے۔ جو صرف اسلام کے ساتھ ہی خصوصیت رکھتی ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنے مذہب کی اس خصوصیت پر فخر کریں۔ وہ اپنے عمل سے اسلام کی اس عظیم الشان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خوبی کو مٹانا چاہتے ہیں۔

تیسرا نقص جو ہمارے ہموطنوں میں پایا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے تمام مذاہب اور ان کے فرقے اتحاد کو ترس رہے ہیں۔ وہ ایک دوسرے پر غلط الزامات لگانا ہے۔ جن کی بنیاد کچھ بھی نہیں ہوتی۔ مثلاً جیسے ہمارے وطنی بھائی اسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ اسلام اپنی اشاعت کے لئے جبر کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم کی صریح نص لا اکراہ فی الدین موجود ہے۔ کہ دین کے لئے جبر جائز نہیں۔ ایسی حالت میں مسلمان مجبور ہیں۔ کہ وہ اپنے ہموطنوں کے اس اعتراض کو محض دل آزاری قرار دیں۔ اسی طرح اگر مسلمان ان کے مذہب کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کریں۔ کہ جو بالکل بے بنیاد ہو۔ تو ان کی ایسی حرکت دل آزاری کے سوا کوئی مفہوم نہیں رکھ سکتی۔ یا مثلاً ہمارے بعض مسلمان بھائی حضرت مرزا صاحب کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں۔ کہ ان کا خدائی کا دعویٰ تھا۔ یا وہ نعوذ باللہ نبیوں کو گالیاں دیتے تھے۔ جو محض غلط الزام ہیں۔ ہم ان کی نسبت سوائے اس کے کیا کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ محض ہماری دل آزاری کے لئے اس گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ غرض مذاہب کے لئے یہ طریق بھی نہایت نامناسب اور نفرت کا بڑھانے والا ہے۔

**بناء اعتراض محکم ہونی چاہیئے**

اور پھر چوتھا نقص یہ ہے۔ کہ دوسرے مذہب پر اعتراض کرتے وقت یہ نہیں دیکھتے۔ کہ اس مذہب کی مسلمہ کتاب کونسی ہے۔ کیونکہ کوئی مذہب اور فرقہ ایسا نہیں۔ جس میں غیر مسلمہ کتب نہ پائی جاتی ہوں۔ پس اعتراض کی بناء مسلمہ کتب پر ہونی چاہیئے۔ ورنہ یہ بھی ایک غلط الزام اور محض دل آزاری تصور کی جائے گی۔ اسلام نے اس طریق کو بھی سخت ناپسند کیا ہے۔ اور ہر ایک سلیم فطرت بھی اس کو ناپسند کرتی ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ومن یکسب خطیئۃ او اثماً ثم یرم بہ بریئاً فقد احتمل بھتاناً واثماً مبیناً (سورۂ نساء) کہ جو شخص قولاً یا فعلاً خود غلطی یا گناہ کرتا ہے۔ پھر جو اس غلطی یا گناہ سے بری ہے۔ اس کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ (خواہ وہ کوئی عام شخص ہو یا کسی قوم کا پیشوا یا کسی اہل مذہب کی کتاب۔ کیونکہ ثم یرم بہ بریئاً عام ہے) اس نے بڑا بہتان باندھا اور کھلا کھلا گناہ کیا۔ پس منصوبے سے خود ایک گناہ تجویز کرنا اور پھر اس کو دوسرے کی طرف منسوب کرنا ایک ایسا مکروہ امر ہے۔ کہ جس سے بغض اور عداوت پیدا ہوتی ہے۔ جو اتحاد خانگی۔ قومی۔ ملکی اور مذہبی سب کے خلاف ہے۔ اور حصول اتحاد کے لئے تمام مذہبوں اور فرقوں کو اس طریق سے بیزاری لازمی اور ضروری ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

## تحقیق حق کیلئے کوئی عیب نہیں

اور صحیح طریق سے دوسرے مذہب پر اعتراض کرنا کوئی عیب نہیں۔ بلکہ ایک مستحسن امر اور ترقی علم کا ذریعہ ہے۔ اور فطرت انسانی بھی چاہتی ہے۔ کہ اس کے شکوک کا ازالہ ہو۔ اور اہل مذاہب کا بھی یہ فرض ہے۔ کہ اگر ان کے پاس معقولیت ہے۔ تو اپنے بھائی کی اپنے مذہب کے متعلق تشفی کریں اور ہم نے دیکھا ہے۔ کہ جب ایک انسان نیک نیتی سے دوسرے سے استفسار کرتا ہے۔ ہار جیت یا دوسرے کی تذلیل مدنظر نہیں ہوتی۔ تو اس کو کوئی رنج نہیں ہوتا۔ پس مذہب جو درحقیقت آلۂ مودۃ ہے۔ اہل مذاہب نے اپنی کج رفتاری سے اس کو آلۂ جنگ بنا رکھا ہے۔

---

**پانچواں نقص** جو ہمارے اہل وطن میں پایا جاتا ہے۔ اور جس کی اصلاح کی اتحاد کے مفاد کے لئے سخت ضرورت ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ دوسرے مذہب پر اعتراض کرتے وقت یہ نہیں دیکھا جاتا۔ کہ جس امر کو معترض نے قابل اعتراض ٹھیرایا ہے۔ وہ امر کہیں اس کے مسلمہ مذہب میں تو نہیں پایا جاتا۔ اگر اس کے اپنے مذہب میں بھی وہ امر پایا جاتا ہے۔ تو پھر اس کا سوال دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو اس کا سوال صحیح ہے۔ ایسی حالت میں پہلے اس کو اپنے مذہب کی فکر کرنی چاہیئے۔ کیونکہ جو اعتراض وہ دوسرے پر کر رہا ہے۔ وہی اس کے اپنے مذہب پر پڑتا ہے۔ اگر وہ اپنے مذہب کو سچا یقین کرتا ہے۔ تو پھر اس کا سوال غلط ہے۔ اس لئے اس کو ایسے اعتراض سے اجتناب اور پرہیز لازمی ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ اس معترض کا مقصد محض دل آزاری ہے۔ نہ کہ تحقیق حق۔ چونکہ یہ امر بھی منافرت پیدا کرنے والا ہے۔ جو اسلام کے مقصد کے خلاف ہے۔ کیونکہ اسلام نفرت دلانے کے لئے نہیں آیا۔ بلکہ دوسروں کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے آیا ہے۔ اس لئے اس طریق کو بھی اسلام نے ناپسند کیا ہے۔

## پہلے اپنی فکر کرو

اور اپنے متبعین کو حکم دیا ہے۔ یا ایّھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرّکم من ضلّ اذا اھتدیتم (سورہ مائدہ) کہ ایمان والو دوسروں میں نقص اور کجی تلاش کرنے سے پہلے اپنی چارپائی کے نیچے لاٹھی پھیر لیا کرو۔ کیونکہ اگر وہی نقص تم میں پایا جاتا ہے۔ تو تمہیں اپنے نقص کے نقصان سے ڈرنا چاہیئے۔ دوسرے کے نقص کا نقصان تو دوسرے کو پہنچے گا۔ لیکن اگر جو نقص تم نے پکڑا ہے۔ وہ نقص ہی نہیں۔ کیونکہ وہ تم میں اور تمہارے مذہب میں بھی پایا جاتا ہے۔ تو پھر دوسرے پر ایسا اعتراض بے جا اور فضول ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کائنات کی ایک جانب میں ہم زندگی بسر کرتے ہیں - اور اس زمینی عالم کے سوا دوسری جانب میں ارواح
اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے - کہ ہمیں کیسے معلوم ہو - کہ ارواح موت کے بعد ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں - تو میں اس کا جواب دونگا - کہ میں ان لوگوں سے ہوں - جن کا کام سوائے اسکے اور کچھ نہیں - کہ وہ ارواح کے متعلق بحث کریں - پس تحقیق علمی میں نہایت غور و فکر اور پھر اسکے نتائج حسنہ جس حد تک ہمیں اس معاملہ میں لیجاتے ہیں - میرے نزدیک اسمیں کچھ شک باقی نہیں رہنے دیتے - کہ ارواح موت کے بعد موجود اور باقی رہنے والے ہیں -

حیات دائمی ہے - لیکن متغیر ہوتی رہتی ہے - اور مختلف اشکال میں ظاہر ہوتی ہے - اور جب اس عالم سے جدا ہو جاتی ہے - تو کائنات میں ہی اپنی پہلی حالت کو چھوڑ کر دوسرے عالم میں ایک نئی حالت میں ظاہر ہوتی ہے

پس اگر اس تھیوری کو فکر کی کسوٹی پر پرکھا جائے - تو اسمیں کوئی باعث انکار بات نہیں ہے - مگر پھر بھی میں یہ نہیں کہتا کہ سب حاضرین میری تصدیق کریں - لیکن میں انہیں پختہ طور پر یہ بتا دینا چاہتا ہوں - کہ میں نے جتنے مسائل بیان کیئے ہیں - وہ ایسی صحیح تدقیقات و تحقیقات علمیہ پر مبنی ہیں - جو کسی شک اور تاویل کو قبول نہیں کرتیں - اور میں خود بہت سے تجارب کے بعد وجود ارواح کا قائل ہوا ہوں - مگر پھر بھی میں نہیں جانتا - کہ آخرت میں ان ارواح کا کس جگہ ٹھکانا ہے - وہ سعید ہیں یا شقی - اور میری رائے یہی ہے - کہ انکا شقی و سعید ہونا انکے دنیاوی اعمال سے تعلق رکھتا ہے

ہم حیات کو جسم مادی کے ساتھ تصور کرنے کے عادی ہو گئے ہیں - مگر باوجود اسکے بہت سی مادی اشیاء ایسی ہیں - جنکو نہ ہم چھوتے نہ دیکھتے اور نہ ہی محسوس کرتے ہیں - مگر انکے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا -

اس زمانہ میں مادہ اس درجہ تک تحلیل کیا گیا ہے - کہ اسکی حقیقت کا ادراک کرنا مشکل ہو گیا ہے - اور علوم حدیثہ سے یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے - کہ ہر ایک ذرہ ذرات فردیہ سے ایک عالم ہے - جس کی کنہ تک ادراک نہیں پہنچ سکتا - اور یہ کہ مادی عالم میں ایسی چیزیں ہیں جو مادہ سے مغائر ہیں - مثلاً جیسے ہم ایتھر کہتے ہیں - پھر کون دعویٰ کر سکتا ہے - کہ مستقبل میں اس ایتھر سے اجسام نہیں ہونگے - اگر ہم اس کا وجود فرض کرلیں تو کیا ہم انکو مشاہدہ یا محسوس کر سکیں گے جبکہ ہم بعض اجسام مادیہ کا بھی احساس نہیں کر سکتے -

خلاصہ کلام یہ کہ مسئلہ حیات بعد الموت ایک نہایت باریک اور پیچیدہ مسئلہ ہے - جسکے ساتھ عقل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اگر اسلام کے اس اصول کو بھی مدنظر رکھا جائے۔ تو مذہبی مباحثات کا دائرہ بھی بہت تنگ اور محدود ہو سکتا ہے۔ یہ ہے اسلام اور بانئے اسلام کی پُرامن تعلیم جس کو اس زمانہ میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام امن کے شہزادے حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی نے پھر تازہ کیا۔ کاش اہل مذاہب اس پاکیزہ تعلیم کی طرف توجہ کریں۔

(خاکسار۔ ابوداؤد حافظ جمال احمدؐ)

# مُسلمانوں کو نہایت قیمتی مشورہ

اپنے محلہ اور اپنے قصبہ میں بلکہ ممکن ہو تو پاس کے قصبات میں جاؤ۔ اور مسلمانوں کو بتاؤ کہ آج مسلمان ہندوؤں کے سامنے صرف ایک بیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جس طرح بیل جو کچھ کماتا ہے۔ وہ اس کا مالک لے جاتا ہے۔ اور اس کے لئے صرف بھوسہ رہ جاتا ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کا حال ہے۔ کہ جو کچھ کماتے ہیں۔ اسے ایک طرف چھوت چھات اور دوسری طرف سُود سے ہندو لے جاتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے لئے صرف بھوسہ باقی رہ جاتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات تو بھوسہ بھی باقی نہیں رہتا۔ پس چاہیئے۔ کہ مسلمان اگر واقعہ میں اسلام کا درد اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ تو اپنے مال کو اپنے پاس محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔ اور ایک طرف تو یہ عہد کریں۔ کہ ہندو جن باتوں میں ان سے چھُوت کرتے ہیں۔ یہ بھی ان سے اُن باتوں میں چھوت برتیں۔ اور دوسرے کسی ہندو ساہوکار سے سُودی قرضہ نہ لیں۔ جو لوگ سُود سے بچ سکیں۔ انہیں تو خدا تعالےٰ کے حکم کے ماتحت سود سے قطعاً بچنا چاہیئے۔ لیکن جو لوگ پہلے سے سود میں مبتلا ہوں۔ انہیں چاہیئے۔ کہ سرکاری بنک اپنے علاقہ میں کھُلوا کر ان بینکوں سے سُودی روپیہ لے لیں۔ تاکہ ان کے آیندہ سُود کے پھندے سے نجات پانے کی توقع ہو سکے۔ اور ہندو بنیئے کے ظالمانہ سُود سے چھٹکارا ہو۔ تیسرے یہ بات تمام مسلمانوں کے ذہن نشین کرنی چاہیئے۔ کہ یہ وقت اسلام پر بہت نازک ہے۔ اور تمام دشمنانِ اسلام متحد ہو کر اسلام پر حملہ کر رہے ہیں۔ پس چاہیئے۔ کہ مسلمان کہلانیوالے لوگوں کے آپس میں خواہ کس قدر ہی اختلافات ہوں۔ وہ اس حملہ کا مقابلہ کرنے کے لئے متحد ہو جائیں۔ اور وہ لوگ جو رسول کریمؐ کی تکذیب کے درپے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں اسلام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی حفاظت کے لئے سب ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں۔ ورنہ دشمن ایک ایک کر کے سب کو نقصان پہنچائیگا۔ اور پھر مسلمانوں سے کچھ کئے نہ بنے گا۔ وہ پچھتائیں گے۔ لیکن پچھتانا نفع نہ دیگا۔ وہ روئیں گے اور رونا مفید نہ ہو گا۔ وہ فریاد کریں گے۔ اور ان کی فریاد سننے والا کوئی نہ ہو گا۔ پس اس دن کے آنے سے پہلے انہیں اس عظیم الشان مصیبت کے دور کرنے کی فکر کرنی چاہیئے۔ جس کے برابر کوئی مصیبت ہندوستان کے مسلمانوں پر پچھلے چند سو سالوں میں نہیں آئی۔

---

پھر لوگوں کے یہ ذہن نشین کرو۔ کہ اسلام کی موجودہ مشکلات صرف اور صرف تبلیغ سے دور ہو سکتی ہیں۔ پس چاہیئے۔ کہ ہر ایک مسلمان اپنے آپ کو مبلغ سمجھے۔ اور اپنے آس پاس کے غیر مذاہب کے لوگوں میں تبلیغ شروع کر دے۔ خصوصاً اچھوت اقوام میں کہ وہ ہزاروں سال سے ہندوؤں کے ظلم برداشت کرنے کے بعد آج بیدار ہو رہی ہیں۔ اور مسلمانوں کی طرف سے ایک ہمت بڑھانے والا کلمہ انہیں اسلام کے بالکل قریب کر سکتا ہے پس چاہیئے کہ ہر ایک مسلمان اچھوت اقوام کا خیال رکھے۔ اور جہاں بھی ایسے آدمی پائے جائیں انہیں اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور اگر کسی جگہ کے مسلمان خود کام نہ کر سکیں۔ تو کم سے کم صیغہ ترقی اسلام قادیان ضلع گورداسپور کو حالات سے اطلاع دیں۔ تاکہ وہ جہاں تک ہو سکے۔ مقامی لوگوں کی مدد کر کے اشاعت اسلام میں ان کا ہاتھ بٹائے۔

## شمہ از حدیث بخارا

احباب کرام کو معلوم ہے۔ کہ برادر محمد امین خان سلمہ الرحمن سیارہ تبلیغ بخارا کے لئے حسب الحکم حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ روانہ ہوئے۔

ہمارے بھائی ان مجاہدین میں سے ہیں۔ جو اپنی زندگی دین کے لئے وقف کر چکے ہیں۔ اور کوئی خرچ اس کے لئے نہیں مانگتے۔

آپ ۱۹۲۵ء میں ملک روس میں گرفتار ہوئے۔ آخر ایک روز کتابیں۔ اسباب۔ کپڑے۔ سب چھوڑ کر روسیہ قید خانے سے نکل آئے۔ اور ایران میں پہنچے۔ چونکہ حضور والا کی ہدایت تھی۔ کہ ایسا فتنہ پیش آنے پر تجھے خبر دیکر پھر چلے جاؤ۔ اس لئے حضور کے حکم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی اطاعت میں آپ دوبارہ روسیہ چلے گئے۔ اس دفعہ کا چلا جانا ان کے لئے بہت خطرناک تھا۔ وجہ یہ کہ بالشویک سخت تنگ آ گئے تھے۔ اور بہت بدظن ہو چکے تھے۔ وہ یہ سمجھ بھی نہیں سکتے تھے۔ کہ کوئی شخص سیاسی معاملات سے کچھ تعلق نہ رکھتے ہوئے محض خدمت دین کے لئے اتنی مشقت اُٹھا سکتا ہے۔

اس دفعہ گرفتار کر کے انہوں نے خوب مارا۔ سر سے پاؤں تک زخمی کیا۔ کئی دفعہ اتنا مارا۔ کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ مار مار کر جسم سیاہ کر دیا۔ ان کو سخت غلط فہمی تھی۔ چونکہ مولوی ظہور حسین صاحب اور حاجی مردان علی صاحب کا پتہ بھی ان کو لگ چکا تھا۔ ان کے بیانات سے نتیجہ نکالا۔ کہ اصل سرغنہ محمد امین خان ہی ہے۔ ۲۲ء آپ مقام تھقہ گرفتار ہوئے تھے۔ اور عشق آباد سمرقند تاشقند ہوتے ہوئے براہ مرو کوشکی۔ ہرات کی طرف نکالے گئے تھے ۲۳ء میں آپ پھر بخارا پہنچے اور کاگان۔ سمرقند میں کئی بار قید ہوئے۔ ۲۴ء میں پھر بخارا پہنچے۔ اور حاجی صاحب کو ساتھ لائے۔ پھر واپس پہنچایا۔ ۲۵ء میں رات کے جیل خانہ سے نکل کر ایران پہنچے۔ اور آخری دفعہ ۲۶ء میں پھر گرفتار ہوئے۔ بالشویکوں کو سخت غصہ تھا۔ بہت بہت تکلیفیں دیں۔ جتنا عرصہ آپ قید رہے۔ تنہا کوٹھڑی میں بند رکھا۔ ۴۸ گھنٹے کے بعد روٹی کا ٹکڑا چھوٹے سے سوراخ کے ذریعہ دیدیتے۔ پھر اس کو بھی بند کر دیتے۔ انہوں نے اذیت دینے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ مگر خدا تعالےٰ اپنے بندے کا حافظ و ناصر تھا۔ آپ کے دل کو مضبوط رکھا۔ تحمل شدائد کی توفیق دی۔ اور ایسی صورت پیدا کر دی کہ آپ قید خانہ سے نکل کر مشہد پہونچ گئے۔

یہ سب کچھ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز اور دیگر برادران ملت کی دُعاؤں کا اثر ہے۔ فالحمد للہ۔ انشاء اللہ ہم عنقریب اپنے پیارے بھائی کو اپنے درمیان پائیں گے۔

۲۱ جون کو میر جادہ سے تار پہنچا۔ کہ برادر موصوف وہاں تک پہنچ گئے۔ اور دار الامان آ رہے ہیں۔ درحقیقت یہی وہ لوگ ہیں۔ جو اپنا سب کچھ خدا کے لئے قربان کر کے دین کے لئے فدا ہو چکے۔ اللہ تعالےٰ اس روح صدق سے معمور اصحاب کی تعداد جماعت احمدیہ میں زیادہ سے زیادہ بڑھائے۔ اور ہم واماندگانِ آستانۂ یار بھی کوئی خدمت بجا لا سکیں ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# حضرت اورنگ زیب (علیہ الرحمۃ)

# کی

# کمال رواداری کی کہانی غیروں کی زبانی

فی زمانہ ہندوستان کو جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ وہ "ہندو مسلم اتحاد" ہے۔ کیونکہ جب تک یہ نصیب نہیں تب تک ملک سے آئے دن کی سر پھٹول مار دھاڑ اور ہنگامہ آرائیاں بند نہ ہونگی۔ اور دونوں قومیں ایک دوسرے کی بربادی کی متمنی رہیں گی۔ چونکہ فتنہ و شر کی آگ کے بھڑکنے کا باعث وہ پروپیگنڈا ہے۔ جو مسلمان بادشاہوں کے خلاف عموماً اور حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمت کے خلاف خاص طور پر کیا جاتا ہے۔ اس لئے جب تک ہی خواہان ملک ان بزرگ ہستیوں پر لگائے گئے ناپاک اور غلط اتہامات کی زور دار تردید نہ کریں۔ اس وقت تک دلوں سے بغض و عناد کی زہر نابود نہ ہوگی۔

اس لئے ہم مسلمانوں سے عموماً اور ہندو لیڈروں سے خصوصاً درخواست کرینگے۔ کہ وہ اس ناپاک پروپیگنڈا کو باطل کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت اور قوت سے کام لیں۔ اور اس قسم کے ناپاک اور بے بنیاد الزاموں کو گمراہ شدہ ہندوؤں کے دلوں سے دھو ڈالیں۔ کیونکہ اس قسم کی مکروہ اور فتنہ و فساد کی آگ کو بھڑکانے والی باتیں ملک کے قصر امن کو دن بدن خاکستر کر رہی ہیں۔ کیونکہ جب ایک ہندو کو یہ باور کرا دیا جائے۔ کہ فلاں بادشاہ یا سلطان نے میرے آباؤ اجداد پر بڑے بڑے ظلم کئے۔ اور طرح طرح کے ستم ڈھائے۔ تو ایسی حالت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کے دل میں انتقام کے لئے جوش پیدا نہ ہو۔ وہ ضرور انتقام کے لئے تیار ہو جائیگا اور اس کی کوشش ہوگی۔ کہ اور نہیں تو کم از کم ان مسلمان بادشاہوں کی اولاد سے ہی بدلہ لیکر اپنے دل کو ٹھنڈا کردں۔ لیکن چونکہ جن باتوں کو۔ کہ کر ہندو نوجوانوں کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ ان کی کوئی اصل نہیں۔ اس لئے ہر ایک سمجھدار اور ملک کے بہی خواہ کا فرض ہے۔ کہ وہ اس طور کی ناپاک اور بے بنیاد باتوں کی تردید کرے اور اپنی قوم کے ذہن سے یہ بات دور کردے۔ کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اورنگ زیب، وغیرہ۔ نے ہندو قوم پر کسی مذہبی جذبہ سے متاثر ہو کر کوئی ظلم کیا تھا۔

لیکن چونکہ اس قسم کے ناپاک پروپیگنڈا کو دور اور باطل کرنا ہر بہی خواہ ملک کا فرض ہے اس لئے بقدر امکان ہم بھی اس میں حصہ لیتے ہوئے بتلاتے ہیں۔ کہ حضرت اورنگ زیب کی ذات گرامی پر طرح طرح کے ناروا اور جھوٹے عیب دھرنے واقعات کے صریح خلاف اور برعکس ہیں لیکن ہم چاہتے ہیں۔ کہ حضرت عالمگیر کے ڈیفنس کے لئے کسی مسلمان کی گواہی پیش نہ کریں۔ بلکہ جو کچھ لکھیں غیر مذاہب کے عالموں سیاحوں اور سوانح نگاروں کی تحریروں اور یادداشتوں سے اخذ کر کے لکھیں۔ تاکہ ہمارے غلطی خوردہ ہندو اور آریہ دوست۔ غیر جانبدار علماء کی آرا اور چشم دید مشاہدات کو پڑھ کر اپنے دلوں سے وہ گندے اور جھوٹے خیالات دور کردیں۔ جو کہ دشمن اتفاق لیڈروں نے ان کے دلوں میں جاگزیں کر رکھے ہیں۔ چونکہ سب سے بڑا اعتراض حضرت عالمگیر علیہ الرحمۃ کی ذات گرامی پر مذہبی تنگدلی اور عدم رواداری کا کیا جاتا ہے۔ اس لئے پہلے اسی کے متعلق چند شہادتیں سپرد قلم کرتے ہیں۔ امید ہے کہ انہیں دلی سکون اور چشم انصاف سے پڑھا جائیگا:

**ڈاکٹر پی سی رائے** نے اپنے اس فاضلانہ لیکچر میں جو کہ ۷ رفروری ۱۹۲۳ء کو بموقع جلسہ تقسیم انعامات جامعہ ملیہ اسلامیہ علیگڑھ دیا تھا۔ یہ بھی فرمایا۔ کہ:۔

"متعصب یورپین مورخین نے شہنشاہ اورنگ زیب کی تنگ نظری اور مذہبی تعصب پر دفتر سیاہ کر دیئے ہیں۔ لیکن اس کے عہد میں بقول الفنسٹن ایسا کہیں نہیں معلوم ہوتا۔ کہ کسی نے ہندو مذہب کی خاطر ایذائے جان و مال یا قید برداشت کی ہو۔ یا کسی شخص سے اس کے آبائی طریق پرستش پر باز پرس کی گئی ہو۔ تاریخ بتلاتی ہے۔ کہ جس کو متعصب بادشاہ کہا جاتا ہے۔ اس کے سب سے بڑے معتمد جسونت سنگھ اور جے سنگھ تھے۔"

**مشہور فرانسیسی سیاح برنیئر** جو حضرت اورنگ زیب کے وقت ہندوستان میں موجود تھا اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے۔ کہ:۔

"سلاطین مغلیہ اگرچہ مسلمان ہیں۔ لیکن ان پرانی رسموں کے آزاد طور پر بجالانے کو یا تو اس خیال سے منع نہیں کرتے کہ ہندوؤں کے مذہبی معاملات میں دست اندازی کرنا چاہتے ہی نہیں! یا دست اندازی کی جرأت نہیں رکھتے۔" (سفرنامہ برنیئر جلد دوم صفحہ ۱۵۶)

پھر اسی جلد کے صفحہ ۱۷۰ میں جاکر لکھتا ہے۔ کہ:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"آج کل پہلے کی نسبت ستی کی تعداد کم ہو گئی ہے۔ کیونکہ مسلمان جو اس ملک کے فرمانروا ہیں اس وحشیانہ رسم کے نیست و نابود کرنے میں حتی المقدور کوشش کرتے ہیں۔ اور اگرچہ اس کے امتناع کے واسطے کوئی قانون مقرر کیا ہوا نہیں ہے۔ کیونکہ ان کی پالیسی (تدبیر مملکت) کا یہ ایک جزو ہے۔ کہ ہندوؤں کی خصوصیات میں جن کی تعداد مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے دست اندازی کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان کی رسوم بجالانے میں ان کو آزادی دیتے ہیں"

یہی فرانسیسی طبیب ایک دوسری جگہ بایں الفاظ رقمطراز ہے۔ کہ:-

"بہت سے پرتگیز اور دوغلے یورپین اور عیسائیوں نے جن کو ڈچ لوگوں نے ان کی مختلف نوآبادیوں سے نکال دیا ہے۔ اس زرخیز ملک (ہند) میں آکر پناہ لی ہے۔ چنانچہ فرقہ جیسوئٹ اور اگسٹین کے لوگوں نے جن کی بڑی بڑی مذہبی جماعتیں ہیں۔ اور جو اپنے اعمال مذہبی کو آزادانہ اور بلا دقت عمل میں لا سکتے ہیں۔ مجھے اس بات کا یقین دلایا۔ کہ صرف ہگلی میں آٹھ ہزار سے نو ہزار تک عیسائی بستے ہیں۔ اور اس ملک کے اور حصول میں نو ان کی تعداد پچیس ہزار ۲۵۰۰۰ سے بھی زیادہ ہے"

یہ کسی مسلمان کا بیان نہیں۔ بلکہ ایک متعصب عیسائی سیاح کی چشم دید شہادتیں ہیں۔ کیا اس عینی گواہ کی گواہیوں کی موجودگی میں زمانہ حال کے بعض متعصب ہندوؤں اور آریوں کا حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کو تنگدل متعصب اور ہندوؤں کا جانی دشمن اور غیر مسلم اقوام کی مذہبی آزادی کو کچلنے اور پائمال کرنے والا بتلانا کسی صورت میں بھی صحیح اور درست سمجھا جا سکتا ہے:

ہم گمراہ شدہ معترضوں کو تاکید کرتے ہیں۔ کہ وہ ان اقوال کو تعصب کی عینک اتار کر پڑھیں تاکہ انہیں اصل حقیقت کا علم ہو۔ اور وہ آئندہ کے لئے یہ کہنا چھوڑ دیں۔ کہ حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ جابر ظالم اور مذہبی آزادی کو سلب کرنے والا تھا:

**مہنت جلیمی جی** نے اپنی کتاب "اورنگ زیب کی زندگی کا اصلی اور روشن پہلو" میں لکھا ہے۔ کہ:- "اس کا فرمان مورخہ ۲۸ فروری ۱۶۵۹ء جس کی نقل جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں موجود ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ (عالمگیر علیہ الرحمۃ) ہرگز ہندوؤں کے دل دکھانے نہ چاہتا تھا۔ نہ وہ ہندوؤں کا دشمن تھا"

**حضرت اورنگ زیب کا اصل فرمان** بھی ہم نقل کئے دیتے ہیں۔ ناظرین اسے پڑھیں گے۔ تو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس بزرگ بادشاہ پر متعصب اور ظالم ہونے کا الزام لگانا حقیقت سے کس قدر دور ہے:۔

"ہماری شرع (قانون) کے بموجب یہ قرارداد ہو چکی ہے۔ اور فتویٰ دیا جا چکا ہے کہ قدیم مندروں کو ہرگز مسمار نہ کیا جاوے۔ لیکن کوئی نیا مندر تعمیر ہونے کی اجازت نہ دی جاوے (یہ حکم بھی وقتی تھا) دربار معلّیٰ میں خبر گوش گذار ہوئی ہے۔ کہ بعض افسروں نے ہندوؤں کو جو بنارس میں اقامت پذیر ہیں ہراساں کر رکھا ہے۔ اور اس کے قرب و جوار کے لوگوں اور بالخصوص ان براہمنوں کو جو ایسے مندروں کے نگران محافظ اور سرپرست ہیں۔ سخت تنگ کر رکھا ہے۔ اور کہ مقامی افسران برہمنوں کو ان کے قدیم بت خانوں سے نکالنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہمارا شہنشاہی فرمان یہ ہے۔ کہ آپ ہدایت کر دیں۔ کہ آئندہ کوئی مقامی حاکم خلاف قانون طریقہ سے برہمنوں اور دیگر اہل ہنود کو جو ان مقامات پر رہتے ہیں یا ان کے اجارہ میں نہ تو کسی قسم کا عذاب یا تکلیف دے۔ نہ ان کے کاروبار میں دست اندازی کر کے مخل ہو"۔

ہر ایک وہ شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل ہے۔ اس فرمان کو پڑھ کر بھی یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے ؟ کہ حضرت عالمگیر علیہ الرحمۃ ہندو قوم کی مذہبی آزادی کو غصب کرنے کا عادی اور ان کے مذہبی معابد اور منادر کو مسمار کرنے والا تھا۔ ممکن ہے۔ فرمان ہذا کے اس فقرہ سے کہ "نیا مندر تعمیر ہونے کی اجازت نہ دی جائے" کسی کے دل میں کوئی شک گذرے۔ اور خیال کرے کہ اس قسم کی پابندی عائد کرنا بھی تو مذہبی آزادی میں رخنہ اندازی کے مترادف ہے۔ تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ حکم مقامی عارضی اور بعض پولیٹیکل مصالح کے ماتحت تھا۔ کیونکہ اگر یہ حکم دائمی اور ہمیشہ کے لئے ہوتا تو اس زمانہ کے تعمیر شدہ مندر آج کیوں نظر آتے۔ اور یہ صرف ہمارا ہی خیال نہیں۔ بلکہ ایک ہندو فاضل بھی ہمارا ہم نوا ہو کر لکھتا ہے۔ کہ:۔

## رائے بہادر لالہ بیجناتھ کی گواہی

"مسلمان فرماں رواؤں کی نسبت یہ اعتراض بھی پیش کیا جاتا ہے۔ کہ ان کے عہد میں نئے مندر بننے کی اجازت نہ تھی۔ لیکن یہ سراسر غلط ہے۔ دہلی۔ آگرہ۔ متھرا۔ بٹالہ بندرابن وغیرہ میں جو اسلامی قوت اور سطوت کے خاص مرکز تھے بہت سے مندر شاہان اسلام کے عہد کے تعمیر شدہ اس وقت تک موجود ہیں۔ چنانچہ بندرابن کے مشہور مندر گوبند جی۔ گوپی ناتھ جی۔ مدن موہن جی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مہاپربھو چیتن جی (۱۴۸۶ء تا ۱۵۲۷ء) کے چیلے روپ سناتن گوسائیں نے جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے۔ کہ پہلے مسلمان تھے (؟) مسلمانوں ہی کے عہد میں بنوائے تھے"

(ہندوستان گذشتہ وحال صفحہ ۱۱۵-۱۱۶)

## انگریز سوداگر ہملٹن

اس کے بعد ہم ایک سوداگر کی گواہی نقل کرتے ہیں۔ جو بتاتے گی۔ کہ حضرت اورنگ زیب کے عہد سعادت مہد میں ہر طبقہ اور خیال کی رعایا کو کس قدر مذہبی آزادی حاصل تھی۔ اور وہ کس طرح خوشی اور فارغ البالی کے ساتھ اپنے دن گذارتی تھی۔ یہ شخص جس کی گواہی پیش کرنے لگے ہیں انگریز ہے۔ جو عالمگیری عہد میں تجارت کے لئے ہندوستان آیا۔ اور کئی سال تک ملک کے مختلف حصوں میں گشت لگاتا رہا۔ اس نے اپنے سفرنامہ میں جو کچھ لکھا ہے۔ شنید نہیں بلکہ دید کی بناء پر۔ امید ہے۔ کہ اس دیدنی شہادت سے حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح پوزیشن بہت کچھ واضح ہو جائے گی۔ ہاں یہ غیر جانبدار عیسائی المذہب سوداگر شہر ٹھٹھ کے حالات بیان کرتا ہوا لکھتا ہے۔ کہ:۔

"ریاست کا مسلمہ مذہب اسلام ہے۔ لیکن تعداد میں اگر دس ہندو ہیں تو ایک مسلمان ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ مذہبی رواداری پورے طور سے برتی جاتی ہے۔ وہ برت رکھتے ہیں۔ اور تہواروں کو اسی طرح سے مناتے ہیں۔ جیسے کہ اگلے زمانہ میں کرتے تھے جبکہ بادشاہت خود ہندوؤں کی تھی۔ وہ اپنے مردوں کو جلاتے ہیں۔ لیکن ان کی بیویوں کو اجازت نہیں ہے کہ شوہروں کے مردوں کے ساتھ ستی ہوں" (سفرنامہ ہملٹن جلد اول صفحہ ۱۲۷-۱۲۸)

پھر یہی انگریز سوداگر ایک دوسری جگہ لکھتا ہے۔ کہ اس ملک میں:۔

"پارسی بھی ہیں۔ اور وہ اپنی رسوم مذہب زردشت کے بموجب ادا کرتے ہیں۔ عیسائیوں کو پوری اجازت ہے۔ کہ اپنے گرجے بنائیں اور اپنے مذہب کی تبلیغ کریں۔ وہ بعض مرتبہ اس میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن جو لوگ عیسائی ہو جاتے ہیں۔ ان کے اخلاق اس شہر کے تمام لوگوں کے اخلاق سے عموماً بدترین ہوتے ہیں" (ر صفحہ ۱۶۵-۱۶۳)

اس گواہی سے اس وہم کا بھی ازالہ ہو گیا۔ کہ حضرت اورنگ زیب کے عہد میں غیر مذاہب کو نئے معابد بنانے یا اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل نہ تھا۔ اس کے بعد یہی غیر جانبدار سیاح شہر سورت کے حالات قلمبند کرتا ہوا رقمطراز ہے۔ کہ:۔

"اس شہر میں تخمیناً سو مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں۔ لیکن ان میں کبھی کوئی سخت جھگڑے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان کے اعتقادات و طریقہ عبادت کے متعلق نہیں ہوتے۔ ہر ایک کو پورا اختیار ہے۔ کہ جس طرح چاہے اپنے طریقہ سے اپنے معبود کی پرستش کرے۔ صرف اختلاف مذہب کی بناء پر تکلیف دینا اور آزار پہنچانا ان لوگوں میں بالکل مفقود ہے"! (ص ۱۶۲)

### الیگزنڈر ڈاؤ صاحب

تاریخ ہندوستان جلد سوم صـ۳۶۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ:۔ "ترقی دین کے جوش میں اس نے (عالمگیر علیہ الرحمۃ) نومسلموں کے ساتھ کھلے ہاتھ سے فیاضی کی۔ لیکن اس نے غیر مذہب کے لوگوں پر مذہبی باتوں میں سختیاں نہیں کیں"۔

### سر رچرڈ ٹمپل صاحب

اپنی تصنیف ہندوستان مطبوعہ لنڈن سنہ ۱۸۸۱ء صـ۱۶۴ میں عہد مغلیہ میں مذہبی آزادی کے متعلق رقمطراز ہیں۔ کہ:۔

"اگرچہ مذہبی آزادی کا اصول جس کو اکبر اعظم کے دور حکومت میں سب سے زیادہ ترقی ہوئی ہندوؤں کے مذہب کے ساتھ اکثر برتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ شاہی اوقاف جو مندروں کے لئے مقرر ہوتے تھے ان کا لحاظ ہوتا تھا۔ اور بدنامی کے خوف نے (کس کا خوف تھا؟ ناقل) ہندوؤں کے مذہب میں دست اندازی نہ کرنے کی حکمت سکھا دی تھی"۔

وہ ہندو معترض جو حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمت پر اپنی نادانی اور ناواقفی کی بناء پر عدم رواداری کا الزام لگایا کرتے ہیں۔ ان غیر مسلم حضرات کے اقوال و عبارات کو غور سے پڑھیں تاکہ انہیں معلوم ہو جائے۔ کہ اس نیک اور عادل بادشاہ پر بعض کمینہ خصلت لوگوں کے کہنے سننے سے طعن یا اعتراض کرنا کس قدر اخلاق و انصاف کے خلاف ہے۔ (باقی آئندہ)

(فضل حسین احمدی مہاجر۔ قادیان)


## سلسلہ احمدیہ کی بہترین کتب

(۱) براہین العقائد ۸/ (۲) معارف القرآن ۸/ (۳) مقصد مذہب ۳/ (۴) سلسلہ احمدیہ و تصوف ۵/ (۵) اہل بہا کی شریعت جدیدہ ۶/ (۶) کمالات احمدیہ ۶/ (۷) مباحثہ سرگودہ ۶/ (۸) التشریح الصحیح فی نزول المسیح ۲/ (۹) الاستخلاف ۳/ (۱۰) آسمانی گولہ ۱/ (۱۱) اسلامی قانون طلاق اور آریہ سرد لنگنیاں ۲/۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# تربیت اولاد

دل میں بہت کچھ بھرا ہوا ہے۔ اور چاہتا ہوں۔ کہ امتِ احمدیہ کی ماؤں اور بیٹیوں کے سامنے وہ باتیں رکھ دوں۔ جو ان کی زندگی میں ایسا تغیر پیدا کردیں۔ جو بنات الاسلام کے لئے سزاوار ہے۔ مگر ہمارے ہاں تعلیم کی کمی اور تعلیم کے ہونے کی صورت میں اس کی بے قاعدگی ایسی باتیں ہیں کہ مشکلات پیدا کر دیتی ہیں۔

عورتوں کو خدا تعالےٰ نے بعض ایسی خوبیاں عطا کی ہیں۔ کہ مرد ان میں ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ بچوں کی تربیت اور غور و پرداخت کے لئے قدرت الٰہی نے ان کو نہایت ہی موزون دل و دماغ دیا ہے۔ وہ محبت اور ہمدردی کے جذبات کی ایسی لہریں بچوں پر ڈالتی ہیں۔ کہ جو چاہیں۔ ان کو بنادیں۔ دنیا کے بڑے بڑے آدمیوں کی تاریخ پڑھو تو معلوم ہوگا۔ کہ ان کی اس عظمت کے راز میں جو ہاتھ پوشیدہ ہے۔ وہ

## ان کی ماں کی تربیت کا ہاتھ ہے

لیکن اس وقت حالات نے ہماری ماؤں کو جن مشکلات میں ڈال رکھا ہے وہ معمولی سوال نہیں۔ تعلیم کی کمی۔ اسباب اور ذرائع تربیت کی کمی اور پھر جہالت و مفلسی نے مل کر جو حالت پیدا کردی ہے وہ ظاہر ہے۔ یہاں بچوں کی تربیت پر زور دیا جاتا ہے۔ اور مائیں ہر قسم کی تکالیف برداشت کرکے بھی بچوں کی صحت اور ان کی دماغی تربیت کے لئے کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتی ہیں۔

## لنڈن کی ماں کا تقسیم اوقات

لنڈن مختلف طبقہ کی عورتیں رہتی ہیں۔ اور لنڈن ہی پر کیا موقوف ہے۔ ہر جگہ امیر و غریب مرد اور عورتیں پائی جاتی ہیں۔ اور ان کے حالات کے لحاظ سے ان کے مشاغل کا پروگرام ہوتا ہے۔ یہاں میں ایک عام عورت کا تقسیم اوقات پیش کرتا ہوں۔ اس سے یہ معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ عورتیں امور خانہ داری میں کس قدر منہمک رہتی ہیں۔ میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہماری عورتیں اس قدر محنت نہیں کرتی ہیں۔ ان کی محنت اور کام کا اندازہ بہت زیادہ ہے۔

یہاں کی مستورات کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ "تم بچے اور کام کو ایک ہی وقت نہیں رکھ سکتے ہو"۔ اس پر بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور عورتوں نے اپنے تجربے بیان کئے ہیں۔ ایک عورت کہتی ہے۔ باپوں کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حیران رہ جاتی ہے۔ اور ابھی تک ارواح کے متعلق مباحث ابتدائی حالت میں ہیں۔ علم النفس جو سب سے جدید علم ہے۔ پہلے فرد نفسیہ کے حالات کی تدقیق میں منحصر تھا۔ مگر آب اسکے مباحث اجتماعات اور اجناس مجتمعہ و متفرقہ پر حاوی ہوگئے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ علم علوم اجتماعیہ میں ایک نیا انقلاب پیدا کریگا۔ جبکہ اسے مباحث روحیہ کی حقائق ثابتہ سے مدد پہنچیگی۔ جسکے وجود اور بقائے بعد الموت میں میں شک نہیں کرتا۔" انتہی (جلال الدین شمس احمدی)

# سِل

سل کی بیماری ایک نہایت مہلک بیماری ہے۔ ہر سال کئی ہزار نفوس اس مرض کا شکار ہوتے ہیں۔ ابھی ۲۸۔ جنوری ۱۹۲۷ء کے الفضل میں یہ خبر شائع ہوئی ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے۔ کہ گذشتہ آٹھ سال میں ساڑھے تین کروڑ انسان دق وسل کی نذر ہو گئے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ ایک مفید مضمون کا جو ابھی حال ہی میں انگریزی اخباروں سے عربی زبان میں ترجمہ ہوکر شائع ہوا ہے ترجمہ کردوں۔ شاید اس سے کوئی صاحب مستفید ہو سکیں۔

## جراثیم السل

سل کی بیماری نہایت باریک جراثیم سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ انسان کے ہر عضو میں نشوونما پا سکتے ہیں۔ جس عضو میں بڑھتے ہیں۔ اس میں مرض سل پیدا کر دیتے ہیں۔ اور غالباً اس کا حملہ پھیپھڑے پر ہوتا ہے۔ اسوقت اس مرض کا نام السل الرئوی یعنی پھیپھڑے کی سل ہے۔ اسی لئے یونانی اطباء نے اسکی تعریف القروح فی الرئہ پھیپھڑوں میں زخم ہو جانے سے کی ہے۔

یہ جراثیم فقط انسان پر ہی حملہ نہیں کرتے۔ بلکہ حیوانات پر بھی کرتے ہیں۔ اور انسان اور حیوانات کے اجسام سے باہر یہ نشوونما نہیں پا سکتے۔ بلکہ روشنی کے اثر سے مرجاتے ہیں۔ البتہ مسلول کے تھوک میں دو ماہ یا تین ماہ اور شاذو نادر ایک سال تک زندہ رہتے ہیں۔ اس لئے جس مکان میں مسلول تھوکتا رہا ہو۔ اسکے غبار سے بچنا چاہیئے۔ ناکہیں ناک کے ذریعہ جراثیم جسم کے اندر نہ داخل ہو جائیں۔ اور سل کے جراثیم انسانوں اور حیوانوں کے مکانوں سے دور جگہوں میں نہیں جاتے۔ اور غالباً مسلول کی رہائش کی جگہ میں ہوتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ پتہ ہی نہیں کہ بچوں کے رکھ رکھاؤ اور غور و پرداخت کے لئے کس قدر باقاعدہ اور لگاتار توجہ کی ضرورت ہے ۔ اس لئے وہ یہ چاہتے ہیں ۔کہ ان کی طرف اسی طرح توجہ کی جاوے جیسے بچوں کی پیدائش سے پہلے ہوتی ہے ۔مگر یہ روزانہ تقسیم اوقات ہے ۔ ۵ بجے صبح بچے کو سب سے اوّل دودھ پلانا ۔ ۷ بجے صبح بچے کو نہلانا دھلانا ۔ ۸ بجے حاضری (چاشت) پونے ۹ بجے شوہر اپنے کام پر جاتا ہے ۔اس کے بعد بچے کو کھلانے اور بہلانے کا کام شروع ہو جاتا ہے ۔اور قریباً ۱۱ بجے تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے ۔اس عرصہ میں بچہ ہر قسم کی شرارتیں کرتا ہے ۔کبھی کوئلہ یا صابن کو کھانے کی کوشش کرتا ہے ۔میز کے خانے کھینچ کر جو کچھ اس میں ہو اسے بکھیر دیتا ہے ۔ پانی سے کھیلتا ہے ۔ آخر تھک کر ایک بجے دن کے سو جاتا ہے ؛

پھر دوپہر کے کھانا کا فکر اور اس سے فارغ ہو کر تین بجے کو کھلی ہوا میں لے جاتی ہوں ۔ اور پانچ بجے واپس لاتی ہوں ۔شوہر ساڑھے پانچ بجے چاء کے لئے آجاتا ہے ۔اور اس وقت تک چاء بھی تیار ہونی چاہیئے ۔ چاء پی کر شوہر باہر چلا جاتا ہے ۔اور بچہ پھر اپنے بچپن کی کھیل کود اور شرارتوں میں مصروف ہو جاتا ہے ۔ ۷ بجے کے قریب وہ پھر تھک جاتا ہے ۔ اور میں اس کو غسل دے کر سُلا دیتی ہوں ۔ ۷ سے دس بجے تک صفائی اور کپڑوں کی دھلائی اور بستروں کی درستی وغیرہ میں خرچ ہو جاتے ہیں ۔اور اس طرح میں صبح کے ۵ بجے سے لیکر رات کے گیارہ بجے تک مصروف رہتی ہوں ؛

یہ اس عورت کا تقسیم اوقات ہے ۔جس کو اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے خود محنت نہیں کرنی پڑتی ۔ لیکن جن کو کھانے کے لئے کمانے کا بھی فکر ہے ۔ان کی کہانی اس سے الگ ہے ۔ایک عورت جو بیوہ ہے ۔ اپنا تجربہ بیان کرتی ہے ۔کہ میں ۱۸ مہینے کی ایک لڑکی کی ماں ہوں ۔میں صبح ۵ اور ۶ کے درمیان اٹھتی ہوں ۔میں اپنی لڑکی کو نہلا دھلا کر کپڑے پہناتی ہوں ۔اور دودھ وغیرہ پلاتی ہوں ۔اور اپنے مکان کو صاف کرتی ہوں ۔ پھر ناشتہ کر کے خود کام پر جاتی ہوں ۔ اور لڑکی کو ایک سہیلی کے پاس چھوڑ جاتی ہوں جو ۶ بجے شام تک اسے اپنے پاس رکھتی ہے ۔جب میں آتی ہوں تو بچہ تھکان سے چور ہوتا ہے ۔اور میں اسے سلا دیتی ہوں ۔صرف ہفتہ کا آدھا دن اور اتوار کا سارا دن جب میں حقیقی معنوں میں اپنے بچے کو رکھتی ہوں اور اسے دیکھتی ہوں ۔ایسی حالت میں اس کی تربیت اور غور و پرداخت کے میں ناقابل ہوں اور جس طرح میں اس کی تربیت کرنا چاہتی ہوں میرے لئے ناممکن ہے ؛

ایک اور عورت کہتی ہے ۔کہ سچ تو یہ ہے ۔کہ جو عورت بچہ بھی رکھتی ہے ۔اور کام بھی کرتی ہے ۔ وہ دونوں میں سے کسی کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتی ۔یہ خیالات ہیں یہاں کی عورتوں کے ۔اس میں جو چیز سب سے عجیب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# کس طرح سل ایک سے دوسرے میں اثر کرتی ہے

سل مسلول انسان یا حیوان سے دوسرے کو اس طریق پر لگ جاتی ہے۔ کہ کوئی جرثوم جراثیم سل سے اسکے جسم میں داخل ہوجاتا ہے۔ یا تو مسلول مویشیوں کے دودھ پینے سے یا مسلول آدمی کے تھوک سے۔ بواسطہ ہوا۔

## دودھ میں جراثیم

مسلول مویشی کے گوشت میں بہت سے جراثیم پائے جاتے ہیں۔ اور زیادہ تر اسکے دودھ یا مکھن میں ہوتے ہیں۔ پہلے جراثیم غذا کی نالیوں میں سے گذرتے ہیں۔ پھر خون انکو پھیپھڑوں میں لیجاتا ہے اسلئے اس مرض کو پھیلنے سے روکنے کیلئے دودھ دینے والے چارپاؤں کے ڈاکٹری معائنہ کی بھی ازحد ضرورت ہے۔ پھر اس بیماری کے پھیلنے کا ذریعہ صرف دودھ ہی نہیں بلکہ مسلول کا تھوک وغیرہ بھی ہے۔

## تھوک سے خطرہ

ہم دیکھتے ہیں کہ مسلول کے تھوک میں جو پھیپھڑے سے نکل آتا ہے۔ کئی ہزار جراثیم آجاتے ہیں۔ پس مسلول کو چاہیئے۔ کہ وہ خارج ہونیوالی بلغم کو نگلے نہیں بلکہ باہر نکال ڈالے۔ اسلئے کہ اگر وہ نگلیگا تو اس سے اسکی غذا کی نالیوں میں سل ہوجانیکا خطرہ ہے۔ یا کسی اور عضو میں داخل ہوکر وہاں بیماری پیدا کردیگا۔

## تھوکنے کا طریق

بیمار کو چاہیئے۔ کہ وہ زمین پر نہ تھوکے۔ کہ اسپر مکھیاں بیٹھکر اپنے ساتھ کیڑے لیجائیں۔ پھر کھانوں وغیرہ پر بیٹھیں اور وہاں کیڑے چھوڑ دیں۔ یا انسان کے جسم پر بیٹھیں تو وہاں جراثیم چھوڑ دیں۔ یا وہیں تھوک خشک ہوجائے۔ تو ہوا میں پھیلکر بذریعہ ناک یا سانس کے انسان کے جسم میں داخل ہوجائیں۔ اسلئے بیمار کو لازم ہے۔ کہ وہ ایک ایسے برتن میں تھوکے جس میں کیمیاوی طور پر جراثیم کے قتل کا سامان موجود ہو۔ (مثلاً کاربالک یا کلوریڈ کلس) یا گتّے کا پیالہ بناکر اس میں تھوکے۔ پھر استعمال کرچکنے کے بعد اُسے جلادیا جائے۔ بعض اوقات ایسا بھی کرسکتا ہے۔ پھر اوپر سے گرم پانی ڈالدیا جائے تا وہ کیڑے مرجائیں۔

اگر مسلول باہر بیٹھا ہو۔ تو ایسا بھی کرسکتا ہے۔ کہ ایک کپڑا لیکر اسکی کئی تہیں لگائے۔ پھر اسمیں نہایت احتیاط سے تھوکتا رہے۔ آخر میں اُسے گرم پانی میں ڈال دے۔

مسلول کو چاہیئے کہ کھانسنے کے وقت اپنے منہ کے سامنے رومال رکھے۔ اور وقتاً فوقتاً اس رومال کو گرم پانی یا مطہر کیمیاوی میں رکھنا ضروری ہے۔ اور اسکے ہاتھ منہ سے دور رہنے چاہئیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اکثر اوقات دھوتا رہے۔ اور ضروری ہے کہ اسکے کھانیکے لئے خاص برتن ہوں۔ اور دھونے کے وقت گھر کے دوسرے برتنوں کے ساتھ ملا کر نہ دھویا جائے۔ اور علی الاقل پانچ منٹ تک گرم پانی میں رکھے جائیں۔ اور بیمار کے کپڑے اور اسکے فراش و لحاف کے پردے وقتاً فوقتاً گرم پانی میں جوش دلاکر دھوتے رہنا چاہیئے۔ پھر دھوپ میں سکھانا چاہیئے۔ اور بیمار کے کمرہ کی صفائی کا خصوصیت سے خیال رکھنا چاہیئے۔ اور کمرہ ایسا ہونا چاہیئے۔ جس میں صاف تازہ ہوا اور روشنی خوب اچھی طرح داخل ہوتی ہو۔ اور جس مکان میں مسلول رہ چکا ہو۔ اسکو خوب اچھی طرح صاف کرنیکے بغیر اسمیں رہائش کرنا نہایت مضر ہے۔

## مسلول سے بیمار ہونیکا خطرہ

تھوڑی دیر تک مسلول کے پاس بیٹھنے سے چنداں حرج نہیں ہے۔ مگر زیادہ دیر تک اس سے مخالطت کرنے سے بیماری کے منتقل ہو جانیکا خطرہ ہے۔ اسلئے مسلول کو گھر کے دوسرے لوگوں سے علیحدہ جگہ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اگر شفاخانہ میں جانے سے میسر ہو سکے تو اس سے کوئی بہتر چیز نہیں ہے۔

## سل کا علاج

بعض اوقات انسان کے جسم میں سل کے جراثیم داخل ہو جاتے ہیں۔ مگر اسے اس بات کا شعور تک نہیں ہوتا۔ اسی لئے ہم بہت سے انسانوں کے پھیپھڑوں میں زخموں کے نشانات پاتے ہیں۔ جو اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ جراثیم سل نے وہاں پرورش پائی۔ مگر آخر کسی وجہ سے مر گئے۔ پس بڑی بھاری غلطی ہو گی۔ اگر خیال کیا جائے۔ کہ مسلول کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اور یہ کہ وہ شفا نہیں پا سکتا۔ مرض کی ابتدائی حالت میں ہی علاج شروع کر دینا نہایت ضروری ہے۔ پس جس کسی میں سل کی علامات پائی جائیں ✣ اُسے اپنے آپکو اس امر سے کہ مجھے سل نہیں ہے خواہ مخواہ تسلّی نہیں دے لینی چاہیئے۔ کیونکہ یہ تسلّی جراثیم کو بڑھنے سے روک نہیں سکتی۔ پس سب سے اچھی بات اسکے لئے یہ ہے۔ کہ کسی ماہر طبیب سے معائنہ کرائے اور بیماری کی حقیقت معلوم کرے۔ پھر اسی وقت علاج شروع کر دے کیونکہ شفا جلدی علاج شروع کرانے پر موقوف ہے۔

## معالجہ کے وقت بعض ضروری احتیاطات

سب سے ضروری چیز تو راحت ہے۔ کہ مسلول نہایت امن اور اطمینان کی حالت میں ہو۔ کیونکہ

---

✣ عام طور پر سل کی علامات یہ ہیں۔ کھانسی۔ قابلیت کا جاتے رہنا۔ تدریجی لاغرپن۔ قوی بخار دیر کا جاتے رہنا۔ رات کو پسینہ آنا۔ خون تھوکنا لیکن یہ نسبی ابتدائی حالت میں نہیں ہوتی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بہت سا زہر جو جراثیم سے پیدا ہوتا ہے بلغم کے ذریعہ نکلتا ہے۔ اور ہر ایک وہ چیز یا کام جس سے سانس جلدی آنا شروع ہو۔ زہر کو جسم میں داخل کرتی ہے۔ اور حرارت کے درجہ کو بڑھا دیتا ہے۔ اسلئے مسلول کو نہایت آرام و اطمینان کی حالت میں رکھنا ضروری ہے۔ اور خاصکر جبکہ وہ بخار کی حالت میں ہو۔ اور بیمار کو چلنے سے منع کرنا چاہیئے۔ حتیٰ کہ اسکے کمرہ میں بھی۔ اور اُسے ہنسنے اور اونچی بولنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اور بقدر امکان کھانسی کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جب حرارت نہ ہو تو تھوڑا سا چل پھر سکتا ہے مگر نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے۔

## مسلول کا کھانا

مسلول کو غذا پورے طور پر کھانی چاہیئے۔ اور زیادہ تر اُسے گوشت۔ انڈے۔ دودھ۔ دہی وغیرہ چکنے کھانے جو جلدی ہضم ہو سکیں کھانے چاہئیں۔ اور کھانا نہایت عمدہ طریق سے بیمار کے سامنے لایا جائے اور کئی انواع کا ہونا چاہیئے۔ تاکہ بیمار کی طبیعت ایک ہی کھانا اور وہ بھی اپنی طبیعت کے خلاف پاکر بُرا نہ مانے۔

## کُھلی جگہ رہنا

سب سے زیادہ مفید چیز سل کے معالجہ میں صاف ہوا اور روشنی کا ہونا ہے۔ اور اگر سردی و گرمی میں مسلول کے کُھلی جگہ میں سونے و بیٹھنے کا انتظام ہو سکے تو علاج میں آسانی ہو جاتی ہے۔ اور سردی میں سونے کے وقت بہت سے گرم کپڑوں کا پہننا ضروری ہے۔ اور اسکو چاہیئے کہ اپنے سر اور گردن کو کسی کپڑے سے ڈھانپے اور ہوا لگنے سے بچائے۔ اور گرمیوں میں مچھردانی لگاکر سونا چاہیئے۔

## بعض ضروری باتیں

جیسا کہ سردی میں گرم کپڑوں کا پہننا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر کسی خاص کمرہ میں ٹھیرنے کی تجویز ہو۔ تو کمرہ ایسا ہونا چاہیئے۔ جس میں روشنی اور صاف ہوا کثرت سے داخل ہو سکے۔ اور نمی تر جگہوں سے دُور ہو کیونکہ نمناک مکانوں میں بہ نسبت دوسرے مکانوں کے یہ بیماری کثرت سے پائی گئی ہے۔ اور اگر کُھلی جگہ میں ہو تو بھی مکان اونچی جگہ صحت بخش اور تر جگہوں سے دُور ہونا چاہیئے۔ اور ایک نہایت ضروری بات یہ ہے کہ مسلول کو بیماری سے تنگ نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ بشاش رہنا چاہیئے۔ اور ہروقت شفا کی امید رکھنی چاہیئے۔ اور ابتدائی علامات کے ظہور کے وقت جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا علاج شروع کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ جس وقت کھانسی کے ساتھ بلغم میں جراثیم نکلنے شروع ہوتے ہیں۔ اسوقت پھیپھڑے کا ایک حصہ خراب ہو چکا ہوتا ہے۔ اور اس بیماری کو پھیلنے سے روکنے کیلئے سب سے بہتر طریق بیمار کو ہسپتال میں بھیجدینا ہے۔ کیونکہ وہاں ہر قسم کے علاجات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# مباحثۂ دمشق

## مسیحؑ صلیب پر مرا یا نہیں؟

دمشق میں آٹھ سات سال سے عیسائیوں کا تبلیغی مشن قائم ہے۔ اس کا انچارج پادری ڈنمارک کا رہنے والا ہے۔ اور قریباً پچیس سال سے اسی علاقہ میں کام کرتا رہا ہے۔ جب اس سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ تو مکرمی سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کی کتاب حیاۃ المسیح و وفاتہ پر اس نے گفتگو کی۔ اور بالآخر گفتگو ایک مباحثہ کا رنگ پکڑ گئی۔ دو دن زبانی اس مسئلہ پر گفتگو ہوتی رہی کہ مسیح صلیب پر مرا تھا یا نہیں۔ آخر میں اس نے بحث سے گریز کیا۔ تب میں نے اسے کہا اچھا اس مسئلہ پر تحریری بحث کی جائے۔ سو پہلا خط جو میں نے اسکے نام بھیجا اس کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

چٹھی نمبر ۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت جناب پادری الفریڈ نلسن صاحب

السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

مسیحیوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ مسیح ناصریؑ نے اپنی صلیبی موت سے شریعت کی لعنت سے انہیں نجات بخشی۔ اور انکے بدلے اپنے سر پر لعنت لی کیونکہ لکھا ہے۔ ہر ایک وہ شخص جو کاٹھ پر لٹکایا گیا لعنتی ہے۔ میرا اعتقاد بحیثیت ایک مسلمان ہونیکے قرآن مجید کی رو سے یہ ہے کہ مسیحؑ صلیب پر نہیں مرے اور میری رائے یہ ہے۔ کہ موجودہ اناجیل اربعہ میں ایسی آیات پائی جاتی ہیں۔ جو قرآن مجید کے بیان کی تصدیق کرتی ہیں۔ اور ہر ایک وہ شخص جو تدبر اور انصاف کی نظر سے ان واقعات کو جو مؤلفین اناجیل نے تحریر کیئے ہیں مطالعہ کریگا۔ تو اس میں ایسی کوئی بات نہیں پائیگا۔ جو قرآن مجید کے بیان سے انکار کا موجب ہو۔ مگر قبل اسکے جو میں ان واقعات کو تحریر کروں مندرجہ ذیل سوالات کا آپ سے جواب چاہتا ہوں:۔

**پہلا سوال۔** کیا آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو کچھ اناجیل اربعہ یعنی متی۔ مرقس۔ لوقا۔ یوحنا میں مذکور ہے۔ صحیح ہے؟

**دوسرا سوال۔** کیا آپ تاریخ سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ مؤلفین اناجیل متی۔ مرقس۔ لوقا۔ یوحنا مسیحؑ کے شاگرد تھے اور انہوں نے ہی موجودہ اناجیل کو تالیف کیا؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

**تیسرا سوال**۔ کیا اناجیل اربعہ میں مبالغہ آمیز قول پائے جاتے ہیں یا نہیں؟
**چوتھا سوال**۔ کیا مؤلفین اناجیل یا متأخرین نے اپنی طرف سے بعض جملے زائد کیئے ہیں یا نہیں؟
**پانچواں سوال**۔ کیا موجودہ اناجیل یونانی سے ترجمہ شدہ ہیں یا عبرانی سے۔ اور پہلے پہل جب لکھی گئیں تو عبرانی میں تھیں یا یونانی میں۔ اور کیا عبرانی نسخ اب موجود ہیں یا نہیں۔
**چھٹا سوال**۔ کیا مؤلفین اناجیل نے بعض واقعات کے بیان کرنے میں غلطی کی ہے یا نہیں؟
**ساتواں سوال**۔ گرجوں اور مجالس دینیہ نے کس دلیل سے دوسری اناجیل مثلاً انجیل برنابا وغیرہ کو رد کیا اور ان میں سے چار کو منتخب کر کے انکو صحیح قرار دیا اور باقیوں کو ردی کی ٹوکری میں پھینکدیا۔
**آٹھواں سوال**۔ کیا اناجیل میں متناقض بیانات پائے جاتے ہیں یا نہیں۔ اور اگر پائے جاتے ہیں تو جب دو انجیلیں آپس میں کسی واقعہ کے بیان کرنے میں اختلاف کریں تو ان میں سے راجح اور مرجوح کے پہچاننے کا کیا معیار ہے۔

جلال الدین شمسؓ احمدی یکم فروری ۱۹۲۷ء

## جواب پادری

چٹھی نمبر ۱

بخدمت جناب فاضل جلال الدین صاحب احمدی:۔

آپنے اکثر سوالات جو مجھ سے کیئے ہیں وہ لغوی یا تاریخی سوالات ہیں۔ اسلئے انکا جواب لغت اور تاریخ کے ماہرین علماء کی بحثوں سے دیا جاتا ہے۔ اس بات کا خیال چھوڑتے ہوئے کہ وہ ان باتوں کو مانتے ہیں یا نہیں۔ چونکہ علم امور میں نئی نئی ابحاث پیدا کرتا رہتا ہے اس لئے ہمیں ابحاث قدیمہ پر ہی اکتفا نہیں کرنی چاہیئے بلکہ نئی ابحاث کے نتائج کو بھی لینا چاہیئے۔ خواہ وہ ہمارے خلاف ہوں یا موافق۔ بنابریں میں آپکے سوالات کا جواب ایک کتاب سے دیتا ہوں جو ۱۹۲۳ء میں جو جامعہ ڈنمارک کے ایک ماہر استاد نے لکھی ہے۔

(اب میں اسکے جواب اور اپنے جواب الجواب کو قارئین کرام کی سہولیت کیلئے اکٹھا درج کرتا ہوں)

**پہلے سوال کا جواب**۔ اگر آپکی کلمہ "صحیح" سے مراد جھوٹ نہ بولنا اور دھوکہ نہ دینا ہے تو میں سب مسیحیوں کے ساتھ اس امر میں متفق ہوں۔ کہ جو کچھ اناجیل اربعہ میں ہے سب صحیح ہے اور اگر آپکی مراد کلمہ صحیح سے یہ ہو کہ بعض اخبار اور واقعات کسی سبب سے واقعہ کے موافق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زیادہ قیمتی ہے وہ وہ خیال ہے جو ماؤں کو بچوں کی تربیت کا ہے۔

ہمارے ملک میں حالت نہایت خطرناک ہے مائیں بچوں کا خیال کر ہی نہیں سکتی ہیں غرباء کی تو حالت ہی اور ہے۔ امراء کے ہاں بھی تربیت کا نام نہیں۔ سارا زور اعلیٰ درجہ کے قیمتی لباسوں اور ہر وقت منہ میں ٹھوستے رہنے کا نام تربیت ہے۔ یہاں غریب سے غریب عورت بھی بچے کی تربیت کے لئے اسکی خوراک کے اوقات مقرر کریگی۔ اسکے غسل اور کھیل اور ہوا خوری اور سلانے کا وقت مقرر کرتی ہے جس سے طبعی طور پر بچے میں پابندی اوقات کی عادت ہو جاتی ہے ہمارے ہاں یہ حالت نہیں۔ نہ کھانے کا وقت نہ سونے کا وقت۔ جہاں بچہ رویا جھٹ دودھ دیدیا۔ اور جہاں اس نے شور کرنا شروع کیا تو اسے سلانیکی کوشش کی۔ اور غیر طبعی نیند کا اسے عادی بنایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ اسکے قویٰ کی صحیح طور پر پرورش ہوتی ہے نہ اسکی عادتوں میں کوئی خوبی۔ اسلئے ضروری ہے کہ تربیت اولاد کے لئے خاص طور پر ماؤں کو توجہ دلائی جاوے۔

قوموں کی زندگی میں آج کے بچوں کا بڑا دخل ہے جو کل کو باپ اور قوم کے ذمہ وار افراد ہوں گے ؎

## بقایاداران کی خدمت میں وی پی

یہ رسالہ ان اصحاب کی خدمت میں بصورت وی پی حاضر ہوا ہے جنہوں نے تاحال سنہ ۱۹۲۷ء کی قیمت ادا نہیں فرمائی بلکہ بعض ایسے دوست بھی ہیں جن کے ذمے سنہ ۱۹۲۶ء کے کسی حصے کا چندہ رہتا ہے نیز ان بھائیوں کے نام وی پی کر دیئے گئے۔ جنکی قیمت مئی جون سنہ ۱۹۲۷ء تک ختم تھی۔

امید ہے کہ یہ سب صاحبان وصول فرما کر شکریہ کا موقعہ دینگے۔

**توحید** یہ اخبار امرتسر سے شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ خاندان غ۔ نویہ کا آرگن ہے۔ ایک عالمانہ پرچہ ہے اور اب تک وسعت خیالات و تبحر علمی کا آئینہ ہے اور وہ تنگ خیالی اور بدمقالی نہیں پائی جاتی جو اخبار اہلحدیث کا شیوہ خاص ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ نہایت اعلیٰ۔ مدیر مسئول مولانا محمد داؤد صاحب اہلحدیث کے متعلمی فضل قیمت سالانہ پانچ روپے کم استطاعت و طلباء سے چار روپے ؎

## نقشہ اُجرت اشتہارات

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| سالانہ | ایک صفحہ | ۴۰ روپے | نصف صفحہ | ۲۳ روپے |
| چھ ماہ | " | ۲۳ روپے | " | ۱۲ روپے |
| تین ماہ | " | ۱۲ روپے | " | ۷ روپے |

فی اشاعت ایک صفحہ ½ چار روپے۔ نصف صفحہ ½۲ روپے۔ فی سطر ۴؍ (مینجر ریویو اردو قادیان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah



# نئی ایجاد

کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن

کی

## نئی دوائیں

## احتلام کی گولیاں

جیسا نام ویسا فائدہ۔ جن مریضوں نے ہماری بے نظیر دوا کے استعمال سے ۴۴ سال سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے سخت سے سخت روگوں سے نجات پاکر ہزاروں کی تعداد میں سارٹیفکٹ بھیج چکے ہیں وہ ضرورت نہیں ہے پر ان دواؤں کو بھی ضرور آزما کر فائدہ اُٹھاویں۔ دو ہفتہ کی خوراک فی شیشی ۳۰ گولیوں کی عہ محصولڈاک ایک شیشی سے ۳ شیشی تک ۶ر

## لبور کی گولیاں

یہ معدہ کو صاف اور فائدہ دینے والی دوا ہے۔ صرف پانچ سات یوم کے استعمال میں ہی قبض وغیرہ کی جملہ شکایتیں دُور ہو کر اچھی بھوک معلوم ہوتی ہے۔ غذا کی طرف طبیعت کو رغبت کرتی ہے اور خوب چاق و چوبند بنا دیتی ہے قیمت دو ہفتہ کی خوراک ۱۶ گولیوں کی ۱۲ر محصول ایک سے ۳ شیشی تک ۶ر

نوٹ:۔ خط لکھنے سے پیشتر اپنے یہاں کے دوا فروشوں اور دوکانداروں سے دریافت کرلیں۔ اس میں ان کو محصول ڈاک اور وقت کی کفایت ہو جائے گی +

**ڈاکٹر ایس کے برمن صیغہ نمبر ۱۷ پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ**

نوٹ:۔ ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔ درخواست آنے پر قواعد ایجنسی روانہ کی جائیگی۔